OPEN ACCESS
MA'ARIF-E-ISLAMI (AIOU)
ISSN (Print): 1992-8556
ISSN (Online): 2664-0171
https://mei.aiou.edu.pk

کتاب الشفا میں معجزات رسول ﷺ کے متعلق روایات کا تحقیقی و تجزیاتی مطالعہ

Research and Analytical Study of the Narrations related to the Miracles of the Prophet (P.B.U.H) in the book Al-Shifa

ڈاکٹر محمد رفیق

لیکچرار، شعبہ حدیث وعلوم حدیث، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

Abstract

A miracle is a supernatural thing that is given to every prophet by God as a proof of the authenticity of his prophecy. The Prophet (peace and blessings of Allaah be upon him) was blessed with innumerable miracles of various kinds by Allaah. Ibn Taymiyyah has mentioned more than a thousand of them. From the time of compilation of Islamic sciences, biographers have made the miracles of the Prophet (P.B.U.H) the especial subject of their writings. One of them is Qazi Ayyaz, who dedicated a whole chapter of his book Al-Shifaa to miracles. He mentioned about 321 miracles. In this article, after describing the definition, conditions and types of miracles using the descriptive and inductive method, mentioning 22 selected miracles from them, according to Qazi Ayaz's claim that all these are proven by authentic narrations, after their authentication, research and analysis, it has been found that this claim is disputable; because some of them are weak narrations and some are even fabricated, which should not be narrated without explanation of their *fals.*

Keywords: Allah Almighty, Prophet, miracles, Al-Shifa, Qazi Ayyaz, fabricated

رسول اللہ ﷺ کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے بے شمار معجزات عنایت فرمائے جو مختلف انواع واقسام پر مشتمل ہیں اور جن کی مثل پیش کرنا کسی بھی انسان کی قدرت میں نہیں ہے۔امام ابن تیمیہ ان کی تعداد کے متعلق فرماتے ہیں: "وَمُعْجِزَاتُهُ تَزِيدُ عَلَى أَلْفِ مُعْجِزَةٍ"،.. کہ آپ ﷺ کے معجزات ایک ہزار سے زیادہ ہیں.(۱)

قاضی عیاضؒ نے اپنی کتاب الشفا کی قسم اول کے چوتھے باب میں ان میں سے تقریبا ۳۲۱ معجزات کا بڑی تفصیل کے ساتھ ذکر کیا ہے، جن میں وہ معجزات بھی ہیں جو قرآن کریم سے ثابت ہیں اور وہ بھی جو احادیث صحیحہ سے ثابت ہیں اور وہ بھی جن کا ذکر احادیث ضعیفہ یا معلولہ میں آیا ہے، ان سب کا یہاں ذکر کرنا یا تصحیح و تنقیح کرنا بذات خود بہت بڑا کام ہے جس کا ایک آرٹیکل متحمل نہیں ہو سکتا؛اس لئے اس مقالہ میں صرف منتخب معجزات کا ذکر کر کے ان کی تخریج، تحقیق اور تجزیہ کیا گیا ہے۔

قاضی عیاضؒ نے معجزات میں سب سے پہلے قرآن کریم کا ذکر کیا ہے اور اسے رسول اللہ ﷺ کا سب سے بڑا معجزہ قرار دے کر اس پر ۸ فصول میں مفصل کلام کر کے بڑے شاندار انداز میں ثابت کیا ہے۔ قرآن کریم کے سوا دیگر معجزات کے متعلق وہ اپنا منہج بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

وَنِيَّتُنَا أَنْ نُثْبِتَ في هذا الباب أمهات معجزاته ومشاهير آياته لتدل على عظيم قدره عند ربه وأتينا مِنْهَا بِالْمُحَقَّقِ وَالصَّحِيحِ الْإِسْنَادِ وَأَكْثَرُهُ مِمَّا بَلَغَ الْقَطْعَ أَوْ كَادَ وَأَضَفْنَا إِلَيْهَا بَعْضُ مَا وَقَعَ فِي مَشَاهِيرِ كُتُبِ الأَئِمَّةِ.[۲]

ہمارا ارادہ یہ ہے کہ ہم اس باب میں آپ کے بڑے بڑے اور مشہور معجزات ذکر کریں جو آپ ﷺ کی اپنے رب کے ہاں اعلیٰ قدر و منزلت پر دلالت کرتے ہیں ہم نے صرف انہی معجزات کو ذکر کیا ہے جو ثابت شدہ ہیں اور صحیح سند سے مروی ہیں جن میں اکثریت یا تو قطعی اور یقینی علم سے ثابت ہے یا اس کے قریب تر ہے جبکہ بعض ان معجزات کا بھی اضافہ کیا گیا ہے جو ائمہ کی مشہور کتابوں میں درج ہیں۔

لیکن درست اور صواب یہ ہے کہ قاضی عیاضؒ نے اپنے دعوے کے مطابق سب صحیح یا قابل قبول روایات ذکر نہیں کیں بلکہ ان میں بعض وہ روایات بھی شامل ہیں جو انتہائی ضعیف بلکہ موضوع اور من گھڑت ہیں جن کا تذکرہ مبحث چہارم میں کیا گیا ہے۔ اس مقالہ کو تمہید کے بعد چار ذیلی مباحث میں تقسیم کیا گیا ہے.

مبحث اول: معجزہ کا لغوی و اصطلاحی مفہوم اور اقسام

قاضی عیاضؒ نے اپنی کتاب الشفا کو چار اقسام میں تقسیم کیا ہے اور ان میں سے قسم اول کو پھر چار (۴) ابواب میں تقسیم کر کے چوتھے باب کو مکمل طور پر رسول اللہ ﷺ کے معجزات کے لئے مخصوص کیا ہے جو تیس (۳۰) فصول پر مشتمل ہے۔ قاضی عیاضؒ نے اس باب کی تیسری فصل کو "معنی المعجزات" کا عنوان دیا ہے جس سے متبادر الی الذہن یہی ہوتا ہے کہ وہ معجزہ کے لغوی اور اصطلاحی تعریف کی وضاحت کریں گے، لیکن انہوں نے اس حوالے سے صرف اس ایک سطر "اعلم أَنَّ مَعْنَى تَسْمِيَتِنَا مَا جَاءَتْ بِهِ الْأَنْبِيَاءُ مُعْجِزَةً هُوَ أَنَّ الْخَلْقَ عَجَزُوا عَنِ الْإِتْيَانِ بِمِثْلِهَا.[۳] پر اکتفاء کیا ہے۔ اس کے بعد پھر وہ معجزہ کی اقسام وغیرہ بیان کرنا شروع کر دیتے ہیں حالانکہ انہیں پہلے معجزہ کی لغوی اور اصطلاحی مفہوم کی وضاحت کرنی چاہیے تھی؛ ایسا نہ کرنے کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ قاضی عیاضؒ نے اس باب کے شروع میں کہہ دیا ہے کہ میں یہ کتاب آپ ﷺ کے ماننے والوں اور ان سے محبت کرنے والوں کے لئے لکھ رہا ہوں منکرین کے لئے نہیں؛ اس لئے معجزہ کی (تعریف)، شرائط اور دلائل وغیرہ لکھنے کی ضرورت نہیں ہے، وہ اس بابت تحریر فرماتے ہیں:

حَسْبُ الْمُتَأَمِّلِ أَنَّ يُحَقِّقَ أَنَّ كِتَابَنَا هَذَا لَمْ نَجْمَعهُ لِمُنْكِرِ نُبُوَّةِ نَبِيِّنَا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا لِطَاعِنٍ فِي مُعْجِزَاتِهِ فَنَحْتَاجُ إِلَى نَصْبِ الْبَرَاهِينِ عَلَيْهَا.....بَلْ أَلَّفْنَاهُ لِأَهْلِ مِلَّتِهِ الْمُلَبِّينَ لِدَعْوَتِهِ الْمُصَدِّقِينَ لِنُبُوَّتِهِ لِيَكُونَ تَأْكِيدًا فِي مَحَبَّتِهِمْ لَهُ ومنماة لأعمالهم وليزدادوا إِيمَانًا مَعَ إِيمَانِهِمْ.(۴)

مذکورہ کمی کو پورا کرنے کے لئے اس مبحث میں کتب لغت، کلام اور عقائد وغیرہ سے معجزہ کی لغوی واصطلاحی تعریف اور اس کی شرائط کو تفصیل کے ساتھ ذکر کردیا گیا ہے۔

معجزہ کا لغوی معنی

عربی لغت کے امام ابن فارسؒ لغوی معنی کی وضاحت کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں کہ عَيْن، جِيم اور زاء (الْعَجْز): کے الفاظ دو معنوں پر دلالت کرتے ہیں:

(عَجَزَ) الْعَيْنُ وَالْجِيمُ وَالزَّاءُ أَصْلَانِ صَحِيحَانِ، يَدُلُّ أَحَدُهُمَا عَلَى الضَّعْفِ، وَالْآخَرُ عَلَى مُؤَخَّرِ الشَّيْءِ.فَالْأَوَّلُ عَجَزَ عَنِ الشَّيْءِ يَعْجِزُ عَجْزًا (وعَجَزَانا)، فَهُوَ عَاجِزٌ، أَيْ ضَعِيفٌ. وَقَوْلُهُمْ إِنَّ الْعَجْزَ نَقِيضُ الْحَزْمِ فَمِنْ هَذَا؛ لِأَنَّهُ يَضْعُفُ رَأْيُهُ.(۵)

(۱) ضعف، کمزوری، ناکامی، نقصان، معذوری، کوتاہی، مجبوری، خامی، خرابی، بے بسی اور لاچارگی۔(۶) (۲) کسی چیز کا پچھلا حصہ۔

(الْعُجْز): پہلے معنی میں مجرد سے یہ باب ضرب یضرب سے استعمال ہوتا ہے عَجَزَ عَنِ الشَّيْءِ يَعْجِزُ عَجْزًا وعَجَزَانا، فَهُوَ عَاجِزٌ، أَيْ ضَعِيفٌ: کوئی چیز یا کام نہ کر سکنا اور اس میں ناکام ہونا اور ایسے آدمی کو عاجز یعنی ضَعِیف اور کمزور کہا جاتا ہے۔ اسی طرح

(الْعُجْز) الحَزم کے متضاد کے طور پر استعمال ہوتا ہے؛ کیونکہ اس میں رائے کی کمزوری ہوتی ہے، بے بسی اور لاچارگی کا اظہار ہوتا ہے؛ اسی سے قرآن مجید کی یہ آیت کریمہ ہے قال تعالی: ﴿قَالَ يَاوَيْلَتَا أَعَجَزْتُ أَنْ أَكُونَ مِثْلَ هَذَا الْغُرَابِ فَأُوَارِيَ سَوْءَةَ أَخِي فَأَصْبَحَ مِنَ النَّادِمِينَ ﴾(۷)۔

امام راغب اصفہانیؒ اَعْجَزَ، عَجَّزَ اور عَاجَزَ تینوں کا ایک ہی معنی کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں:

وأَعْجَزْتُ فلاناً وعَجَّزْتُهُ وعَاجَزْتُهُ: جعلته عَاجِزاً. میں نے اسے عاجز، ناکام اور بے بس کردیا۔ قرآن کریم میں بھی اسی معنی میں استعمال ہوا ہے۔ ارشاد باری تعالی ہے: ﴿وَاعْلَمُوا أَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِي اللَّهِ﴾[۸]، وقرئ: معجزين فَمُعَاجِزِينَ قيل: معناه ظانّين ومقدّرين أنهم يُعْجِزُونَنَا، لأنهم حسبوا أن لا بعث ولا نشور فيكون ثواب وعقاب.(۹)

عبد القاہر بغدادی اصول الایمان میں معجزہ کی لغوی بحث کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

المعجزة في اللغة مأخوذة من العجز الذي هو نقيض القدرة. والمعجز في الحقيقة فاعل العجز في غيره وهو الله تعالى... وزيدت الهاء فيها فقيل معجزة للمبالغة في الخبر عن عجز المرسل إليهم عن المعارضة فيها كما وقعت المبالغة بالهاء في قولهم: علامة ونسابة.[١٠]

معجزۃ لغت میں **العجز** سے مأخوذ ہے جو **القدرۃ** کا متضاد ہے۔ **المُعجِز** (باب إفعال سے اسم فاعل ہے) حقیقت میں اس کو کہتے ہیں جو غیر کو کسی کام سے روک دے اور اس کو عاجز و ناکام بنادے جو اللہ تعالی کی ذات گرامی ہے۔ انبیاء علیہم السلام کی نشانیوں کو معجزات اس لئے کہا جاتا ہے کہ ان کے معارضین اور منکرین اس کی مثل لانے سے عاجز اور قاصر ہوتے ہیں۔ اس کے آخر میں تاء کا اضافہ کر کے معجزہ کہا جاتا ہے تاکہ عجز اور ناکامی میں مبالغہ پر دلالت کرے جیسے علامۃ اور نسّابۃ۔

معجزہ کی اصطلاحی تعریف

علامہ علی الشریف جرجانیؒ نے معجزۃ کی درج ذیل تعریف کی ہے:

المعجزة: أمر خارق للعادة، داعٍ إلى الخير والسعادة، مقرون بدعوى النبوة، قصد به إظهار صدق من ادعى أنه رسول من الله."

معجزہ وہ مافوق العادت چیز اور کام ہے جو بھلائی اور فلاح و سعادت کی طرف دعوت دیتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی جانب سے کسی نبی کی نبوت کے دعوی کے ثبوت اور دلیل کے طور پر نبی سے ظاہر کرایا جاتا ہے جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ سچے رسول ہیں۔

امام نسفیؒ اور العقیدۃ النسفیہ کے شارح علامہ تفتازانیؒ معجزہ کی تعریف کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

(وَأَيَّدَهُمْ) أي الأنبياء (بِالْمُعْجِزَاتِ النَّاقِضَاتِ لِلْعَادَاتِ) جمع معجزة وهي أمر يظهر بخلاف العادة على يدي مدعي النبوة عند تحدي المنكرين، على وجه يعجز المنكرين عن الإتيان بمثله.[١٢]

معجزۃ وہ مافوق العادت اور عادت جاریہ کے خلاف امر ہے جو مدعیِ نبوت کے ہاتھ پر اس وقت ظاہر ہوتا ہے جب منکرین سے مقابلہ ہو اور وہ ان کی نبوت کو چیلنج کریں حتی کہ منکرین اس کے مثل لانے سے عاجز آجائیں۔

عبدالقاہر بغدادی اصول الایمان میں معجزہ کی متکلمین کے نزدیک اصطلاحی تعریف کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

وحقيقة المعجزة على طريق المتكلمين: ظهور أمر خلاف العادة في دار التكليف لإظهار صدق ذي نبوة من الأنبياء أو ذي كرامة من الأولياء مع نكول من يتحدى به عن معارضة [مثله].

متکلمین کے نزدیک عادت جاریہ کے خلاف امر کا دنیا میں ظہور معجزہ کہلاتا ہے جو کسی نبی کی نبوت کے سچا ہونے یا کسی ولی کی ولایت کے اعزاز کے طور پر ظاہر ہوتا ہے۔ جبکہ منکرین اور چیلنج کرنے والے اس کے مثل لانے سے عاجز اور قاصر ہوتے ہیں۔

مذکورہ بالا تینوں تعریفات اس پر متفق ہیں کہ معجزہ غیر معتاد، نوامیس طبیعیہ اور عادت جاریہ کے خلاف امر ہوتا ہے۔ اسی طرح وہ نبی کے دعوی کی دلیل ہوتا ہے اور منکرین اس کا معارضہ نہیں کر سکتے۔ معجزہ دراصل اللہ تبارک و تعالی کی طرف سے نبی علیہ السلام کی تائید ہوتی ہے کہ وہ اپنے اقوال میں صادق ہے کیونکہ اللہ تبارک و تعالی کے افعال اس کے مؤید ہیں۔ معجزہ کی حقیقت پر بہترین تجزیہ حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کا ہے جسے من و عن یہاں پر نقل کیا جاتا ہے، وہ تحریر کرتے ہیں:

''معجزہ صرف یہ ہے کہ ان کے صدور میں (۱) اسباب طبیعیہ کو اصلاً دخل نہیں ہوتا نہ جلیہ کو نہ خفیہ کو (۲) نہ صاحب معجزہ کی کسی قوت کو (۳) نہ خارجی قوت کو۔ وہ براہِ راست حق تعالیٰ کی مشیت سے بلا توسطِ اسباب عادیہ کے واقع ہوتا ہے، جیسا صادر اول بلا کسی واسطہ کے صادر ہوا ہے (یعنی فلاسفہ کے نزدیک) (۴) پھر قیامت تک بھی کوئی شخص اس میں سبب طبعی نہیں بتلا سکتا، کیونکہ معدوم کو موجود کون ثابت کر سکتا ہے۔ ورنہ اگر معجزہ سے کسی زمانہ خاص میں صاحب معجزہ کی تائید ہو جاتی تو دوسرے زمانے میں اس کے سبب خفی بتلانے سے اس کی تکذیب ہو جاتی تو کسی نبی کی نبوت پر یقین مؤید نہیں ہو سکتا۔ وھذا کما تری، یہی سبب ہے کہ معجزہ پر اس کے جنس کے ماہرین نے کوئی سبب خفی بتلا کر باقاعدہ شبہ نہیں کیا نہ اس کی مثل کو ظاہر کر کے مقاومت کر سکے، بالخصوص اگر نبی کی قوت اس کا سبب ہوتی تو موسیٰ علیہ السلام اپنے معجزہ سے خود نہ ڈر جاتے اور حضور ﷺ کو بعض فرمائشی معجزات کی تمنا پر یہ نہ فرمایا جاتا:

﴿فَإِنِ اسْتَطَعْتَ أَنْ تَبْتَغِيَ نَفَقًا فِي الْأَرْضِ أَوْ سُلَّمًا فِي السَّمَاءِ فَتَأْتِيَهُمْ بِآيَةٍ﴾ [۱۳]

''تو اگر تم زمین کے اندر (جانے کے لیے) کوئی سرنگ یا آسمان میں (چڑھنے کے لیے) کوئی سیڑھی ڈھونڈ سکتے ہو تو ان کے پاس (ان کا منہ مانگا یہ) معجزہ لے آؤ۔ اور اگر اللہ چاہتا تو ان سب کو ہدایت پر جمع کر دیتا۔ لہذا تم نادانوں میں ہر گز شامل نہ ہونا''۔

(۵) اور استناد الی الاسباب الخفیہ کے احتمال پر معجزہ و دیگر عجائب طبعیہ میں کوئی فرق واقعی نہیں رہتا (۶) اور انضمام اخلاق و کمالات کے ساتھ جو اس کو دلیل کہا گیا ہے تو ان اخلاق کی مخصوص نوعیت کو پہچاننے میں جتنی غلطی ہو سکتی ہے وہ معجزات کے متعلق غلطی ہونے سے کہیں زیادہ ہے۔ [۱۴]

معجزہ کی شرائط

معجزہ کے لئے جن شرائط کا وجود ضروری قرار دیا گیا ہے ان کو یہاں ذکر کیا جاتا ہے تا کہ اس کی حقیقت بالکل واضح ہو جائے۔

عبد القاہر بغدادیؒ اصول الایمان میں معجزہ کی شرائط کا ذکر کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں، وللمعجزة عندنا شروط:

۱- أن تكون من فعل الله عز وجل أو ما يجري مجرى فعله وإن لم يكن في نفسه فعلا. اللہ تعالیٰ کا فعل ہو، یا اللہ تعالیٰ کے فعل کے قائم مقام ہو اگرچہ فی نفسہ اللہ تبارک و تعالیٰ کا فعل نہ ہو۔[۱۵]

۲-أن يكون ناقضا للعادة فيمن هو معجز له وحجة عليه. یہ امر خارق عادت ہو اور خصم کے لئے معجز ہو اور اس پر حجت ہو۔

۳-أن يتعذر على المتحدّى به فعل مثله في الجنس أو على الوجه الذي وقع التحدية عليه. اس کا معارضہ ناممکن ہو یعنی کوئی شخص مقابلہ میں اس کے مثل نہ لا سکے۔

۴- أن يكون مطابقا لدعوى من ظهرت عليه على وجه التصديق. فأمّا إن شهدت بتكذيبه فهي خارجة من هذا الباب. دعویٰ کے مطابق ہو ایسا نہ ہو کہ دعویٰ تو ایک ہے اور معجزہ دوسری چیز کا دکھایا جا رہا ہے۔

۵-أن لا يتأخر عن دعواه تأخرا يعلم أنه لا يتعلق بها. وہ اپنے دعویٰ کے وقت سے زیادہ متاخر نہ ہو، جس سے یہ معلوم ہو کہ وہ اس سے غیر متعلق ہے۔

۶-أن يكون ذلك في زمان التكليف كما بيناه قبل هذا. زمانۂ تکلیف یعنی زمانۂ نبوت میں ہو[16]

۷- أن لا يكون المعجز متقدّما على الدعوى بل مقارنا لها لأنّ التصديق قبل الدعوى لا يعقل. فلو قال معجزتي ما قد ظهر على يدي قبل لم يدل على صدقه ويطالب بالإتيان بعد الدعوى، فلو عجز كان كاذبا قطعا. معجزہ دعوئ نبوت پر مقدم نہ ہو بلکہ دعوی نبوت کے بعد ہو۔

۸- إذ يشترط في المعجزة أن تكون ظاهرة على يد مدّعي النبوّة.[۱۷] معجزہ کا ظہور مدعیٔ نبوت سے ہو۔

۹-أن لا يكون المعجز مكذّبا له، فلو قال معجزتي أن ينطق هذا الضّبّ فقال إنّه كاذب لم يدل على صدقه...[۱۸] وہ معجزہ نبی کا مؤید ہو مکذب نہ ہو۔ مثلاً کسی نے کہا کہ میرا معجزہ یہ ہے کہ: یہ گوہ (ضَبّ) گفتگو کرے، اگر اس گوہ نے گفتگو کی اور کہا کہ یہ جھوٹا ہے تو یہ معجزہ شمار نہیں ہو گا۔

معجزہ کی سات شرائط پر تقریباً سب کا اتفاق ہے البتہ علامہ عبد القاہر بغدادیؒ نے زمانہ تکلیف میں ہو اور معجزہ دعوی کے وقت سے زیادہ متاخر نہ ہو دو شرائط کا اضافہ کیا ہے، اس طرح یہ کل نو شرائط بنتی ہیں۔ جبکہ علامہ تھانویؒ صاحب کشاف اصطلاحات الفنون نے معجزہ دعوی کے وقت سے زیادہ متاخر نہ ہو اسے اور دوسری شرط معجزہ دعوئ

نبوت پر مقدم نہ ہو دونوں کو ایک ہی شرط قرار دیا ہے اور زمانہ تکلیف میں ہو والی شرط کو غیر ضروری سمجھتے ہوئے ذکر ہی نہیں کیا اس لئے ان کے نزدیک کل سات شرائط بنتی ہیں اور ان ہی شرائط کے دیگر اکثر قدیم اور جدید علماء کرام بھی قائل ہیں۔

معجزہ کی اقسام

علامہ عبد القاہر بغدادیؒ نے أصول الإیمان میں معجزہ کی مختلف انوع واقسام بیان کی ہیں وہ تحریر کرتے ہیں:

إن المعجزات ...في الجملة نوعان: أحدهما: وجود فعل غير معتاد مثله. والثاني: تعجيز الفاعل بشيء معتاد عن فعل مثله، كمنع زكريا عن الكلام ثلاث ليال بعد أن كان معتادا له للدلالة على صحة ما بشّر به من الولد. (۱۹)

معجزہ کی بنیادی طور پر دو قسمیں ہیں:

۱- خلاف عادت اور غیر معتاد کام کا ہونا اور اس کی مثل پیش نہ کر سکنا۔

۲- معتاد اور عام کام کے کرنے سے قاصر اور عاجز ہونا۔ جیسے زکریا علیہ السلام کو تین راتیں باتیں کرنے سے روک دیا گیا تھا حالانکہ یہ ان کے لئے ایک عام سی بات تھی تاکہ انہیں اللہ تعالی کی طرف سے بیٹا دینے کی خوشخبری پر یقین اور اطمینان ہو جائے۔

علامہ عبد القاہر بغدادیؒ اس کی مزید تفصیل بیان کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں:

معجزہ کی پہلی قسم خرق عادت اور نوامیس طبیعیہ کے خلاف کام کا ہونا اور اس کی مثل پیش نہ کر سکنا، اس کی پھر آگے دو قسمیں ہیں:

(۱) ایک قسم تو یہ ہے کہ مخلوق میں اس کام کے مثل کرنے کی قدرت ہی نہیں ہے جیسے مردوں کو زندہ کرنا اور مادر زاد اندھوں کو ٹھیک کرنا وغیرہ۔

(۲) دوسری قسم یہ ہے کہ وہ مقدور بشر میں ہے لیکن وہ مصروف عنہم ہیں یعنی اللہ تبارک وتعالی کی طرف سے وہ کام ایسے طریقے پر ظاہر کیا گیا ہے کہ اس طریقے، انداز اور اسلوب پر کرنے سے مخلوق باوجود اپنی انتہائی کوشش کے عاجز و قاصر ہے جیسے قرآن مجید کا نظم۔ (۲۰)

قاضی عیاضؒ نے بھی تقریبا اسی تقسیم کو اختیار کیا ہے وہ تحریر کرتے ہیں کہ معجزہ کی دو قسمیں ہیں: وَهِيَ عَلَى ضَرْبَيْنِ: ضَرْبٌ هُوَ من نَوْعِ قُدْرَةِ الْبَشَرِ فَعَجَزُوا عَنْهُ فَتَعْجِيزُهُمْ عَنْهُ فِعْلٌ لله دَلَّ عَلَى صِدْق نَبِيّه كَصَرْفِهِمْ عَنْ تَمَنّي الْموتِ وَتَعْجِيزِهِمْ عَنِ الإِتْيَانِ بِمِثْلِ القرآن ... وَضَرْبٌ هُوَ خَارِجٌ عَنْ قُدْرَتِهِمْ فَلَمْ يَقْدِرُوا عَلَى الإِتْيَانِ بِمِثْلِهِ كَإِحْيَاءِ الْموتَى ...وَنَبْعِ الْمَاءِ مِنَ الْأَصَابعِ . (۲۱)

(۱) وہ معجزہ لوگوں کی استطاعت، قدرت اور طاقت میں ہے لیکن وہ اس کے کرنے سے قاصر ہیں جیسے یہود کا موت کی تمنا نہ کرنا، اسی طرح قرآن کریم کے مثل پیش کرنے سے عاجز و قاصر ہونا۔ اگرچہ وہ موت کی تمنا کر سکتے تھے لیکن انہوں نے نہیں کی، اسی طرح وہ قرآن کریم کے مثل پیش کر سکتے تھے لیکن باوجود قدرت اور فصاحت و بلاغت کے وہ نہیں کر سکے۔

(۲) دوسری قسم وہ ہے جو انسان کی قدرت اور طاقت میں نہیں یعنی وہ ایسا خلاف عادت کام ہے جسے انسان کسی حال میں نہیں کر سکتا جیسے مردوں کو زندہ کرنا، لاٹھی کا سانپ بن جانا۔ پتھر کی چٹان سے اونٹنی نکالنا۔ درخت کا کلام کرنا۔ انگلیوں کے درمیان سے پانی کا نکلنا اور چاند کا دو ٹکڑے ہونا۔

رسول اللہ ﷺ کے معجزات کی اقسام

قاضی عیاضؒ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے معجزات کی نقلا ہم تک پہنچنے اور ثبوت کے اعتبار سے دو قسمیں ہیں:

قِسْمٌ مِنْهَا عُلِمَ قَطْعًا وَنُقِلَ إِلَيْنَا متواترا كَالْقُرْآنِ فَلَا مِرْيَةَ ولا خلاف بمجئ النَّبِيّ بِهِ وَظُهُورِهِ من قِبَلِهِ وَاسْتِدْلَالِهِ بِحُجَّتِهِ وَإِنْ أَنْكَرَ هَذَا مُعَانِدٌ جَاحِدٌ فَهُوَ كَإِنْكَارِهِ وُجُودَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الدُّنْيَا(۲۲)

(۱) ایک قسم ان معجزات کی وہ ہے جو قطعی اور یقینی علم سے ثابت ہیں اور ہم تک خبر متواتر کے ذریعہ پہنچے ہیں جیسے قرآن کریم کیونکہ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ قرآن کریم آپ ﷺ پر نازل ہوا ہے اور اس کا نہ ماننا ایسا ہی ہے جیسے کوئی آپ ﷺ کے وجود کا انکار کرے۔

اسی متواتر قسم میں وہ معجزات بھی شامل ہیں جو خبر واحد سے ثابت ہیں مگر ان سب کے مجموعہ کو ملایا جائے تو یہ بات قطعی اور یقینی طور پر ثابت ہو جاتی ہے کہ آپ ﷺ سے خوارق عادت کا ظہور قطعا اور یقینا ہوا ہے اس کی مثال بالکل اسی طرح ہے جیسے حاتم طائی کی سخاوت، عنترہ بن شداد کی بہادری اور احنف بن قیس کا حلم ایک تاریخی حقیقت ہے اور اتنی بات خبر متواتر سے ثابت ہے اگرچہ ہر ایک ایک جزئی کے ثبوت میں اختلاف ہو۔

وَالْقِسْمُ الثاني مَا لَمْ يَبْلُغْ مَبْلَغَ الضَّرُورَةِ وَالْقَطْعِ وَهُوَ عَلَى نَوْعَيْنِ نَوْعٌ مُشْتَهِرٌ مُنْتَشِرٌ رَوَاهُ الْعَدَدُ وَشَاعَ الْخَبَرُ بِهِ عِنْدَ الْمُحَدِّثِينَ وَالرُّوَاةِ وَنَقَلَةِ السِّيَرِ وَالْأَخْبَارِ....وَنَوْعٌ مِنْهُ اخْتَصَّ بِهِ الْوَاحِدُ وَالاثْنَانِ..... وَلَمْ يَشتَهِرِ اشْتِهَارَ غَيْرِهِ لَكِنَّهُ إذَا جُمِعَ إِلَى مِثْلِهِ اتَّفَقَا فِي الْمَعْنَى وَاجْتَمَعَا عَلَى الْإِتْيَانِ بالمعجز... قَالَ الْقَاضِي أَبُو الْفَضْلِ وَأَنَا أَقُولُ صَدْعًا بِالْحَقِّ إِنَّ كَثِيرًا من هَذِهِ الآيَاتِ الْمَأْثُورَةِ عَنْهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعْلُومَةٌ بِالْقَطْعِ.(۲۳)

(۲) دوسری قسم ان معجزات کی وہ ہے جو قطعی اور یقینی خبر سے ثابت نہیں ہوئے، ان کی بھی آگے پھر دو قسمیں ہیں:

(الف) معتبر اور مشہور روایات سے ثابت شدہ معجزات جنہیں بہت سے لوگوں نے نقل کیا ہو اور محدثین ، رواۃ حدیث اور اصحاب سیر و تاریخ کے نزدیک وہ قابل اعتبار ہیں جیسے آپ ﷺ کی مبارک انگلیوں سے پانی نکلنا اور کھانے کا زیادہ ہونا۔

(ب) ایسی روایات سے ثابت شدہ معجزات جنہیں کم تعداد کے رواۃ یعنی ایک، دو راویوں نے نقل کیا ہے جو پہلی روایات کی طرح مشہور نہیں ہوئیں لیکن اگر ان سب کو جمع کیا جائے تو ان سے اتنی بات ضرور ثابت ہوتی ہے کہ آپ ﷺ سے اس قسم کے کسی معجزے کا صدور ضرور ہوا ہے۔ قاضی عیاضؒ فرماتے ہیں کہ میں یہ بات بڑے واشگاف الفاظ میں کہہ دینا چاہتا ہوں کہ آپ ﷺ کے اکثر معجزات قطعی اور یقینی علم سے ثابت ہیں۔

مبحث دوم: معجزہ فعل خداوندی یا اس کے قائم مقام

نصوصِ قرآنیہ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ معجزہ اللہ تعالیٰ کا فعل ہوتا ہے خود رسولوں کا فعل نہیں ہوتا، اس کا ظہور بھی اللہ تعالیٰ کے ارادہ اور مشیت پر موقوف ہوتا ہے رسولوں کے ارادہ سے نہیں ہوتا رسولوں میں "معجزہ نمائی" کی کوئی طاقت بھی نہیں ہوتی اور معجزہ میں ان کی قدرت و طاقت یا نفسی تاثیر کا بھی کوئی دخل نہیں ہوتا۔ یہ "ایجابی" اور "سلبی" دونوں نسبتیں قرآن کریم میں جابجا مذکور و مصرح ہیں۔

معجزہ نبوت و رسالت کی طرح موہوب الٰہی

قابل غور بات یہ ہے کہ قرآن مجید جب معجزات کا تذکرہ کرتا ہے تو ہمیشہ اس کے ساتھ یہ تنبیہ بھی کرتا ہے کہ وہ رسالت کی طرح رسولوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے دے کر بھیجے جاتے ہیں۔ یہ حقیقت حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعات سے بہت اچھی طرح واضح ہو جاتی ہے جب ان کو نبوت عطا ہوئی تو اس کے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کو خصوصی طور پر دو معجزے بھی عنایت ہوئے اور ان کو ارشاد ہوا: ﴿اسْلُكْ يَدَكَ فِي جَيْبِكَ تَخْرُجْ بَيْضَاءَ مِنْ غَيْرِ سُوءٍ وَاضْمُمْ إِلَيْكَ جَنَاحَكَ مِنَ الرَّهْبِ فَذَانِكَ بُرْهَانَانِ مِنْ رَبِّكَ إِلَى فِرْعَوْنَ وَمَلَئِهِ إِنَّهُمْ كَانُوا قَوْمًا فَاسِقِينَ﴾[۲۴] "اپنا ہاتھ گریبان میں ڈالو، وہ کسی بیماری کے بغیر چمکتا ہوا نکلے گا، اور ڈر دور کرنے کے لیے اپنا بازو اپنے جسم سے لپٹا لینا اب یہ دو زبردست دلیلیں ہیں جو تمہارے پروردگار کی طرف سے فرعون اور اس کے درباریوں کے پاس بھیجی جا رہی ہیں۔ وہ بڑے نافرمان لوگ ہیں۔

اس آیت کریمہ میں تصریح ہے کہ یہ دونوں معجزے رب تعالیٰ کی طرف سے دیئے گئے ہیں، ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ جب کسی کو منصب رسالت پر فائز کر کے اپنی جانب سے رسول بنا کر بھیجتا ہے تو ضرور اس کو کچھ چیزیں ایسی عطا ہونی

چاہئیں جن کو وہ اس عظیم الشان دعوے کے لئے بطور دلیل وحجت پیش کر سکے؛اس لئے جب انبیاء ورسل کو قوموں کی دعوت کے لئے بھیجا گیاتو ہمیشہ "برھان وحجت "دے کر بھیجا گیا ہے۔اور یہی برھان وحجت معجزہ کہلاتا ہے۔

یہاں یہ بات مد نظر رہے کہ معجزہ اکثر اوقات بلاواسطہ اللہ تبارک وتعالی کا فعل ہوتا ہے لیکن بعض اوقات پیغمبر کا فعل اللہ تعالی کے فعل کے قائم مقام ہوتا ہے۔ متکلمین اور علمائے اسلام نے اس کی بڑی وضاحت کی ہے۔چنانچہ عبد القاھر بغدادیؒ اصول الایمان میں معجزہ کے لئے سب سے پہلی شرط اسی کو قرار دیتے ہوئے تحریر کرتے ہیں:

أحدها: أن تكون من فعل الله عز وجل أو ما يجري مجرى فعله وإن لم يكن في نفسه فعلا. سب سے پہلی شرط یہ ہے کہ معجزہ اللہ تعالیٰ کا فعل ہو، یااللہ تعالی کے فعل کے قائم مقام ہو اگرچہ فی نفسہ اس کا فعل نہ ہو۔اسی طرح صاحب کشاف اصطلاحات الفنون بھی اس کو معجزہ کی سب سے پہلی شرط قرار دیتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

اعلم أنّ للمعجزة سبعة شروط. الأول أن يكون فعل الله أو ما يقوم مقامه من التروك لأنّ التصديق منه تعالى لا يحصل بما ليس من قبله...[۲۵]

قرآن مجید میں بھی معجزہ کی ان دونوں صورتوں کا تذکرہ صراحۃ موجود ہے، یہاں پہلے ان آیات کو تحریر کیا جاتا ہے جن میں یہ مذکور ہے کہ معجزہ بلاواسطہ اللہ تبارک وتعالی کا فعل ہے،ارشاد باری تعالی ہے:

﴿وَمَا مَنَعَنَا أَنْ نُرْسِلَ بِالْآيَاتِ إِلَّا أَنْ كَذَّبَ بِهَا الْأَوَّلُونَ﴾[۲۶]

(اور ہم کو نشانیاں (یعنی کفار کے مانگے ہوئے معجزات) بھیجنے سے کسی اور چیز نے نہیں، بلکہ اس بات نے روکا ہے کہ پچھلے لوگ ایسی نشانیوں کو جھٹلا چکے ہیں)۔

﴿قُلْ إِنَّ اللَّهَ قَادِرٌ عَلَى أَنْ يُنَزِّلَ آيَةً وَلَكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ﴾[27]

تم (ان سے) کہو کہ اللہ بیشک اس بات پر قادر ہے کہ کوئی نشانی نازل کردے، لیکن ان میں سے اکثر لوگ (اس کا انجام) نہیں جانتے۔

﴿أَنِّي قَدْ جِئْتُكُمْ بِآيَةٍ مِنْ رَبِّكُمْ﴾[۲۸]

میں تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے ایک نشانی لے کر آیا ہوں۔

﴿ قُلْنَا يَانَارُ كُونِي بَرْدًا وَسَلَامًا عَلَى إِبْرَاهِيمَ﴾[۲۹]

(چنانچہ انہوں نے ابراہیم کو آگ میں ڈال دیا اور) ہم نے کہا: اے آگ ! ٹھنڈی ہو جا، اور ابراہیم کے لیے سلامتی بن جا۔

اب ذیل میں چند وہ آیات تحریر کی جاتی ہیں جن میں معجزہ کے ظہور کے لئے پیغمبر کے فعل کو اللہ تبارک وتعالی کے فعل کے قائم مقام قرار دیا گیا ہے:﴿وَإِذِ اسْتَسْقَى مُوسَى لِقَوْمِهِ فَقُلْنَا اضْرِبْ بِعَصَاكَ الْحَجَرَ فَانْفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا

عَشْرَةَ عَيْنًا﴾ (۳۰) اور (وہ وقت بھی یاد کرو) جب موسیٰ نے اپنی قوم کے لئے پانی مانگا تو ہم نے کہا اپنی لاٹھی پتھر پر مارو"
چنانچہ اس (پتھر) سے بارہ چشمے پھوٹ نکلے۔

﴿فَأَوْحَيْنَا إِلَى مُوسَى أَنِ اضْرِبْ بِعَصَاكَ الْبَحْرَ فَانْفَلَقَ فَكَانَ كُلُّ فِرْقٍ كَالطَّوْدِ الْعَظِيمِ﴾ (۳۱)

چنانچہ ہم نے موسیٰ کے پاس وحی بھیجی کہ اپنی لاٹھی سمندر پر مارو۔ بس پھر سمندر پھٹ گیا، اور ہر حصہ ایک بڑے پہاڑ کی طرح کھڑا ہو گیا۔

﴿وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلَكِنَّ اللَّهَ رَمَى﴾ (۳۲)

اور (اے پیغمبر) جب تم نے ان پر (مٹی) پھینکی تھی تو وہ تم نے نہیں، بلکہ اللہ نے پھینکی تھی۔

اب چند وہ آیات کریمہ جن میں کفار نے نبی کریم ﷺ سے فرمائشی معجزات مانگے اور آپ ﷺ نے کفار کے ان فرمائشی معجزات دکھانے سے یہ کہہ کر معذرت فرما دی کہ معجزات دکھانا میرے اختیار میں نہیں ہے۔

﴿وَقَالُوا لَنْ نُؤْمِنَ لَكَ حَتَّى تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْأَرْضِ يَنْبُوعًا﴾ (۳۳)

(اور کہتے ہیں کہ: ہم تم پر اس وقت تک ایمان نہیں لائیں گے جب تک تم زمین کو پھاڑ کر ہمارے لیے ایک چشمہ نہ نکال دو)

﴿ أَوْ تَكُونَ لَكَ جَنَّةٌ مِنْ نَخِيلٍ وَعِنَبٍ فَتُفَجِّرَ الْأَنْهَارَ خِلَالَهَا تَفْجِيرًا ﴾ (۳۴)

(یا پھر تمہارے لیے کھجوروں اور انگوروں کا ایک باغ پیدا ہو جائے، اور تم اس کے بیچ بیچ میں زمین کو پھاڑ کر نہریں جاری کر دو۔)

﴿أَوْ تُسْقِطَ السَّمَاءَ كَمَا زَعَمْتَ عَلَيْنَا كِسَفًا أَوْ تَأْتِيَ بِاللَّهِ وَالْمَلَائِكَةِ قَبِيلًا﴾ (۳۵)

(یا جیسے تم دعوے کرتے ہو، آسمان کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے اسے ہم پر گرا دو، یا پھر اللہ کو اور فرشتوں کو ہمارے آمنے سامنے لے آؤ۔)

﴿أَوْ يَكُونَ لَكَ بَيْتٌ مِنْ زُخْرُفٍ أَوْ تَرْقَى فِي السَّمَاءِ وَلَنْ نُؤْمِنَ لِرُقِيِّكَ حَتَّى تُنَزِّلَ عَلَيْنَا كِتَابًا نَقْرَؤُهُ﴾

(یا پھر تمہارے لیے ایک سونے کا گھر پیدا ہو جائے، یا تم آسمان پر چڑھ جاؤ، اور ہم تمہارے چڑھنے کو بھی اس وقت تک نہیں مانیں گے جب تک تم ہم پر ایسی کتاب نازل نہ کر دو جسے ہم پڑھ سکیں۔)

ان سب کے جواب میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی جانب سے یہ حکم دیا گیا کہ آپ ﷺ یہ اعلان فرما دیں:

﴿قُلْ سُبْحَانَ رَبِّي هَلْ كُنْتُ إِلَّا بَشَرًا رَسُولًا﴾ (۳۶)

(اے پیغمبر) کہہ دو کہ: سبحان اللہ! میں تو ایک بشر ہوں جسے پیغمبر بنا کر بھیجا گیا ہے، اس سے زیادہ کچھ نہیں۔

﴿فَلَمَّا جَاءَهُمُ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوا لَوْلَا أُوتِيَ مِثْلَ مَا أُوتِيَ مُوسَى أَوَلَمْ يَكْفُرُوا بِمَا أُوتِيَ مُوسَى مِنْ قَبْلُ قَالُوا سِحْرَانِ تَظَاهَرَا وَقَالُوا إِنَّا بِكُلٍّ كَافِرُونَ﴾ (۳۷)

پھر جب ان کے پاس ہماری طرف سے حق آگیا تو کہنے لگے کہ: اس پیغمبر کو اس جیسی چیز کیوں نہیں دی گئی جیسی موسیٰ (علیہ السلام) کو دی گئی تھی؟ حالانکہ جو چیز موسیٰ کو دی گئی تھی کیا انہوں نے پہلے ہی اس کا انکار نہیں کر دیا تھا؟ انہوں نے کہا تھا کہ: یہ دونوں جادو ہیں جو ایک دوسرے کی تائید کرتے ہیں، اور ہم ان میں سے ہر ایک کے منکر ہیں۔

﴿قَدْ نَعْلَمُ إِنَّهُ لَيَحْزُنُكَ الَّذِي يَقُولُونَ فَإِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُونَكَ وَلَكِنَّ الظَّالِمِينَ بِآيَاتِ اللَّهِ يَجْحَدُونَ﴾ ۳۸

(اے رسول) ہمیں خوب معلوم ہے کہ یہ لوگ جو باتیں کرتے ہیں ان سے تمہیں رنج ہوتا ہے، کیونکہ دراصل یہ تمہیں نہیں جھٹلاتے، بلکہ یہ ظالم اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے ہیں۔)

﴿وَإِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكَ إِعْرَاضُهُمْ فَإِنِ اسْتَطَعْتَ أَنْ تَبْتَغِيَ نَفَقًا فِي الْأَرْضِ أَوْ سُلَّمًا فِي السَّمَاءِ فَتَأْتِيَهُمْ بِآيَةٍ....﴾ (۳۹)

اور اگر ان لوگوں کا منہ موڑے رہنا تمہیں بہت بھاری معلوم ہو رہا ہے تو اگر تم زمین کے اندر (جانے کے لیے) کوئی سرنگ یا آسمان میں (چڑھنے کے لیے) کوئی سیڑھی ڈھونڈ سکتے ہو تو ان کے پاس (ان کا منہ مانگا یہ) معجزہ لے آؤ۔

ان آیات کریمہ میں اللہ تعالی کی طرف سے رسول اللہ ﷺ کو تسلی دی گئی ہے کہ آپ ﷺ ان کفار کے ایمان نہ لانے پر پریشان اور غمزدہ نہ ہوں کیونکہ ان کے فرمائشی معجزات پورے کرنا آپ ﷺ کے بس میں نہیں ہے بلکہ ان کو ان کے حال پر چھوڑ دیں اگر اللہ تعالی چاہتے کہ ہر حال میں یہ ایمان لائیں تو پھر یہ سب ایمان لے آتے، لیکن زبردستی مقصود نہیں ہے اسی کی وضاحت اس آیت کریمہ میں ہے: ﴿إِنْ نَشَأْ نُنَزِّلْ عَلَيْهِمْ مِنَ السَّمَاءِ آيَةً فَظَلَّتْ أَعْنَاقُهُمْ لَهَا خَاضِعِينَ﴾ (۴۰) اگر ہم چاہیں تو ان پر آسمان سے کوئی ایسی نشانی اتار دیں کہ اس کے آگے ان کی گردنیں جھک کر رہ جائیں۔

اور یہ ایمان لانے پر مجبور ہو جائیں، قرآن کریم میں ایک دوسری جگہ بھی اللہ تعالی آپ ﷺ کو کفار کے ایمان نہ لانے پر حد سے زیادہ غم کھانے سے منع کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں: ﴿لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَفْسَكَ أَلَّا يَكُونُوا مُؤْمِنِينَ﴾ (۴۱) (اے پیغمبر) شاید تم اس غم میں اپنی جان ہلاک کیے جا رہے ہو کہ یہ لوگ ایمان (کیوں) نہیں لاتے۔

اور یہ آیت کریمہ تو اپنے معنی و مفہوم میں بالکل واضح ہے کہ معجزے کا ظہور اللہ تعالی کی مرضی اور اجازت کے بغیر نہیں ہو سکتا، ارشاد باری تعالی ہے: ﴿وَمَا كَانَ لِرَسُولٍ أَنْ يَأْتِيَ بِآيَةٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ لِكُلِّ أَجَلٍ كِتَابٌ﴾ (۴۲)

اور کسی رسول کے لیے ممکن نہیں تھا کہ وہ کوئی نشانی (معجزہ) لے آتا مگر اللہ کے اذن سے۔ ہر شے کے لیے ایک مقرر وقت لکھا ہوا ہے۔

مبحث سوم: کتاب الشفا میں معجزات کی بعض مستند اور صحیح روایات

اس مبحث میں کتاب الشفا کے قسم اول کے چوتھے باب معجزات رسول ﷺ سے چند معجزات کا انتخاب کیا گیا ہے جو صحیح احادیث مبارکہ اور معتبر روایات سے ثابت ہیں، جن کی مصادر اصلیہ سے تخریج کر کے ترجمہ کے ساتھ تحریر کیا گیا ہے۔

امام بخاریؒ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

انْشَقَّ الْقَمَرُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم فِرْقَتَيْنِ فِرْقَةً فَوْقَ الْجَبَلِ وَفِرْقَةً دُونَهُ،فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم((اشْهَدُوا.)) وفي رواية مُجَاهِدٍ وَنَحْنُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (۴۳)

(۱) رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں چاند دو ٹکڑے ہو گیا ایک ٹکڑا پہاڑ کے اوپر اور دوسرا ٹکڑا پہاڑ کے پرے تھا تو رسول اللہ ﷺ نے (سب سے مخاطب ہو کر) فرمایا کہ گواہ رہو۔ اور حضرت مجاہدؒ کی روایت میں یہ اضافہ بھی ہے کہ ہم آپ ﷺ کے ساتھ تھے۔

(۲) امام بخاریؒ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ نماز عصر کا وقت آ گیا، لوگوں نے پانی تلاش کیا، جب انہیں پانی نہ ملا، تو رسول اللہ ﷺ کے پاس (ایک برتن میں) وضو کے لیے پانی لایا گیا۔

رسول اللہ ﷺ نے اس میں اپنا ہاتھ ڈال دیا اور لوگوں کو حکم دیا کہ اسی (برتن) سے وضو کریں۔

فَرَأَيْتُ الماءَ يَنْبُعُ مِنْ تَحْتِ أَصَابِعِهِ حَتَّى تَوَضَّؤُوا مِنْ عِنْدِ آخِرِهِمْ (۴۴)

میں (انس) نے دیکھا آپ ﷺ کی انگلیوں کے نیچے سے پانی (چشمے کی طرح) ابل رہا تھا۔ یہاں تک کہ (قافلے کے) آخری آدمی نے بھی وضو کر لیا۔

(۳) یہ تیسری حدیث بھی امام بخاریؒ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ سعید بن میناء، حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے فرمایا کہ: جب خندق کھودی جا رہی تھی تو میں نے دیکھا کہ حضور اکرم ﷺ کو سخت بھوک لگی ہوئی ہے۔ میں گھر آیا اور بیوی سے پوچھا کچھ کھانے کو ہے کیونکہ آنحضرت ﷺ بھوک سے ہیں۔ یہ معلوم ہوتے ہی بیوی نے بوری سے جَو نکالے۔ جو ایک صاع تھے گھر میں بکری کا ایک بچہ پلا ہوا تھا۔ میں نے وہ ذبح کیا اتنے میں بیوی نے آٹا پیس لیا اور گوشت کاٹ کر ہانڈی میں چڑھا دیا پھر میں آنحضرت ﷺ کی خدمت میں آیا بیوی نے چلتے وقت کہا کہ دیکھو مجھے حضور ﷺ اور ان کے اصحاب کے سامنے شرمندہ مت کرنا کہ بہت سے آدمی

آجائیں اور کھانا تھوڑا ہو جائے۔ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے چپکے سے عرض کیا میں نے ایک بکری کا بچہ ذبح کیا ہے اور ایک صاع آٹا پیسا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے ساتھ چند آدمیوں کو لے کر چلیئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آواز دی اے خندق والو! جلدی چلو جابر نے کھانا پکایا ہے، پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے فرمایا تم چلو مگر میرے آنے تک نہ ہانڈی اتارنا اور نہ خمیر کی روٹیاں پکانا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی لوگوں کو لے کر آنے کے لئے تیار ہونے لگے۔ میں نے آکر بیوی سے سب باتیں کہہ دیں تو وہ گھبرا گئی اور کہا تم نے یہ کیا کیا۔ میں نے کہا میں نے تمہاری بات بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہہ دی تھی۔ غرض آنحضرت تشریف لائے اور خمیر میں لعاب دہن ملایا اور دعائے برکت فرمائی پھر فرمایا: ((ادْعُ خَابِزَةً فَلْتَخْبِزْ مَعِي، وَاقْدَحِي مِنْ بُرْمَتِكُمْ وَلاَ تُنْزِلُوهَا)) وَهُمْ أَلْفٌ، فَأُقْسِمُ بِاللَّهِ لَقَدْ أَكَلُوا حَتَّى تَرَكُوهُ وَانْحَرَفُوا، وَإِنَّ بُرْمَتَنَا لَتَغِطُّ كَمَا هِيَ، وَإِنَّ عَجِينَنَا لَيُخْبَزُ كَمَا هُوَ. [45]

اے جابر! روٹی پکانے والی کو بلاؤ وہ میرے ساتھ روٹی پکائے اور تم اپنی ہانڈی سے گوشت نکالو اور اسے چولہے سے نہ اتارو آخر سب نے پیٹ بھر کر کھالیا۔ جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں اللہ کی قسم! کھانے والے ایک ہزار تھے سب نے کھایا اور پھر بھی بچ رہا، ہماری ہانڈی اسی طرح پک اور ابل رہی تھی اور آٹے سے برابر روٹیاں پکائی جا رہی تھیں۔

(۴) یہ چوتھی روایت بھی صحیح بخاریؒ کی ہے جسے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ: حدیبیہ کے دن لوگ پانی کی سخت تنگی محسوس کر رہے تھے صرف رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک برتن تھا جس میں پانی موجود تھا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے وضو کیا اور لوگوں سے پوچھا کیا حال ہے؟ سب نے کہا یا رسول اللہ! بس یہی اتنا پانی ہے جس سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وضو فرما رہے ہیں۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ((فَوَضَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَهُ فِي الرَّكْوَةِ، فَجَعَلَ الماءُ يَفُورُ مِنْ بَيْنِ أَصَابِعِهِ كَأَمْثَالِ العُيُونِ)). قَالَ: فَشَرِبْنَا وَتَوَضَّأْنَا فَقُلْتُ لِجَابِرٍ: كَمْ كُنْتُمْ يَوْمَئِذٍ؟ قَالَ: لَوْ كُنَّا مِائَةَ أَلْفٍ لَكَفَانَا، كُنَّا خَمْسَ عَشْرَةَ مِائَةً [46] (یہ سنتے ہی) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا دست مبارک پانی کے اس برتن میں رکھ دیا اور پانی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی انگلیوں سے فوارے کی طرح پھوٹنے لگا یہاں تک کہ ہم سب نے خوب پیا اور وضو کیا۔ حضرت سالمؒ فرماتے ہیں کہ: میں نے حضرت جابر سے دریافت کیا اس دن آپ سب کتنے آدمی تھے؟ انہوں نے فرمایا: ہم ایک لاکھ کی تعداد میں بھی ہوتے تب بھی وہ پانی ہمارے لئے کافی ہوتا مگر اس دن ہم کل پندرہ سو آدمی تھے۔

(۵) یہ روایت بھی صحیح بخاری کی ہے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ: (ابتداء میں) مسجد (نبوی) صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چھت کھجور کی شاخوں (ستونوں) پر ڈلی ہوئی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب خطبہ پڑھتے تو کھجور کے ایک ستون سے سہارا لگا لیتے تھے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے منبر بنایا گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس پر جلوہ افروز ہوئے تو:

((فَسَمِعْنَا لِذَلِكَ الجِذْعِ صَوْتًا كَصَوْتِ العِشَارِ،حَتَّى جَاءَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَضَعَ يَدَهُ عَلَيْهَا فَسَكَنَتْ))[47]

ہم نے اس کی وجہ سے اس کھجور کے تنے سے ایک آواز سنی جو اونٹنی کی آواز کی طرح تھی، چناچہ رسول اللہ ﷺ اس کے پاس تشریف لائے اور اپنا دست مبارک اس پر رکھا تو وہ پر سکون ہوا۔

(٦) امام بخاریؒ اپنی صحیح بخاری میں حضرت حسن بصریؒ سے یہ روایت کرتے ہیں کہ : میں نے ابو بکرہ (رض) کو بیان کرتے ہوئے سنا وہ فرما رہے تھے کہ : میں نے رسول اللہ ﷺ کو منبر پر دیکھا اور حضرت حسن بن علی (رض) آپ ﷺ کے پہلو میں تھے آپ ﷺ کبھی لوگوں کی طرف متوجہ ہوتے اور کبھی ان کی طرف رخ کرتے اور فرماتے :

إِنَّ ابْنِي هَذَا سَيِّدٌ وَلَعَلَّ اللَّهَ أَنْ يُصْلِحَ بِهِ بَيْنَ فِئَتَيْنِ عَظِيمَتَيْنِ مِنَ المسْلِمِينَ))، قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ: " قَالَ لِي عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ: إِنَّمَا ثَبَتَ لَنَا سَمَاعُ الحَسَنِ مِنْ أَبِي بَكْرَةَ، بِهَذَا الحَدِيثِ"[۴۸]

بے شک میرا یہ بیٹا سردار ہے اور شاید اللہ اس کے ذریعہ مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں کے درمیان صلح کرا دے گا۔ مجھ سے علی بن عبداللہ نے بیان کیا کہ حسن بصریؒ کا ابو بکرہ صحابی سے سماع میرے نزدیک اسی حدیث سے ثابت ہے۔

(۷) حضرت قتادہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک روز نبی کریم ﷺ کے ہمراہ حضرات ابو بکر، عمر، عثمان رضی اللہ عنہم کوہ احد پر چڑھے اچانک پہاڑ (احد) ان کے ساتھ (جوش مسرت سے) جھومنے لگا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

اثْبُتْ أُحُدُ فَإِنَّمَا عَلَيْكَ نَبِيٌّ، وَصِدِّيقٌ، وَشَهِيدَانِ[۴۹]

احد! ٹھہر جا تیرے اوپر ایک نبی ہے ایک صدیق اور دو شہید ہیں۔ یہ روایت بھی صحیح بخاری کی ہے۔

(۸) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک آدمی (عبداللہ بن حذافۃ السہمی) کو اپنا خط دے کر بحرین کے گورنر کے پاس بھیجا جسے بحرین کے گورنر نے فارس کے بادشاہ کسری (پرویز) کو پہنچا دیا، اس نے یہ خط پڑھ کر پھاڑ دیا۔ جس پر رسول اللہ ﷺ نے اس کے لئے بددعا دیتے ہوئے فرمایا: ((أَنْ يُمَزَّقُوا كُلَّ مُمَزَّقٍ))[۵۰] "اللہ تعالیٰ ان کے ٹکڑے ٹکڑے کردے"۔ (یہ روایت بھی صحیح بخاری کی ہے)۔ قاضی عیاضؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے ملک کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے۔ اور اس بادشاہ کسری پرویز پر اللہ تعالیٰ نے اس کے بیٹے شیرویہ کو مسلط کر دیا جس نے اپنے باپ کو قتل کر دیا۔

(۹) امام مسلمؒ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ : ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ چل رہے تھے یہاں تک کہ ہم ایک وسیع وادی میں اترے اور پھر رسول اللہ ﷺ قضائے حاجت کے لئے چلے گئے اور میں ایک ڈول

میں پانی لے کر چلا تو آپ نے کوئی آڑ نہ دیکھی جس کی وجہ سے آپ پردہ کر سکیں اس وادی کے کناروں پر دو درخت تھے رسول اللہ ان دونوں درختوں میں سے ایک درخت کی طرف گئے اور اس درخت کی شاخوں میں سے ایک شاخ پکڑی اور فرمایا اللہ کے حکم سے میرے تابع ہو جا تو وہ شاخ آپ ﷺ کے تابع ہو گئی جس طرح کہ وہ اونٹ اپنے کھینچنے والے کے تابع ہو جاتا ہے جس کے نکیل پڑی ہوئی ہو، پھر آپ ﷺ دوسرے درخت کی طرف آئے اور اس کی شاخوں میں سے ایک شاخ پکڑ کر فرمایا اللہ کے حکم سے میرے تابع ہو جا تو وہ شاخ بھی اسی طرح آپ ﷺ کے تابع ہو گئی یہاں تک کہ جب آپ ﷺ دونوں درختوں کے درمیان ہوئے تو دونوں کو ملا کر فرمایا:

الْتَئِمَا عَلَيَّ بِإِذْنِ اللهِ)) فَالْتَأَمَتَا، قَالَ جَابِرٌ: فَخَرَجْتُ أُحْضِرُ مَخَافَةَ....فَحَانَتْ مِنِّي لَفْتَةٌ، فَإِذَا أَنَا بِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُقْبِلًا، وَإِذَا الشَّجَرَتَانِ قَدِ افْتَرَقَتَا، فَقَامَتْ كُلُّ وَاحِدَةٍ مِنْهُمَا عَلَى سَاقٍ. [۵۱]

تم دونوں میرے لئے اللہ کے حکم سے آپس میں ایک دوسرے سے جڑ جاؤ تو وہ دونوں جڑ گئے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اس ڈر سے نکلا کہ کہیں رسول اللہ ﷺ مجھے قریب دیکھ کر دور نہ تشریف لے جائیں میں اپنے آپ سے (یعنی دل میں) بیٹھے بیٹھے باتیں کرنے لگا تو اچانک میں نے دیکھا کہ سامنے سے رسول اللہ ﷺ آرہے ہیں (اور پھر اس کے بعد) وہ دونوں درخت اپنی اپنی جگہ پر جا کر کھڑے ہو گئے اور ہر ایک درخت اپنے تنے پر کھڑا ہوا علیحدہ ہو رہا ہے

(۱۰) حضرت ایاس اپنے والد حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ نے ایک آدمی [۵۲] کو بائیں ہاتھ سے کھانا کھاتے ہوئے دیکھا تو فرمایا: ((كُلْ بِيَمِينِكَ))، قَالَ: لَا أَسْتَطِيعُ، قَالَ: ((لَا اسْتَطَعْتَ)) مَا مَنَعَهُ إِلَّا الْكِبْرُ، قَالَ: فَمَا رَفَعَهَا إِلَى فِيهِ. [۵۳] دائیں ہاتھ سے کھاؤ، اس نے کہا کہ میں دائیں ہاتھ سے کھانے کی طاقت نہیں رکھتا، نبی ﷺ نے فرمایا تجھے اس کی توفیق نہ ہو، چنانچہ اس کے بعد اس کا داہنا ہاتھ اس کے منہ تک نہیں جا سکا۔ (اس حدیث کی تخریج امام مسلمؒ نے اپنی صحیح مسلمؒ میں کی ہے)

(۱۱) حضرت جابر بن سمرہ (رض) سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((إِنِّي لَأَعْرِفُ حَجَرًا بِمَكَّةَ كَانَ يُسَلِّمُ عَلَيَّ قَبْلَ أَنْ أُبْعَثَ إِنِّي لَأَعْرِفُهُ الْآنَ)). [54] میں اس پتھر کو ابھی بھی پہچانتا ہوں جو مکہ مکرمہ میں میرے مبعوث ہونے سے پہلے مجھ پر سلام کیا کرتا تھا۔ (اس حدیث کی تخریج بھی امام مسلمؒ نے اپنی صحیح مسلمؒ میں کی ہے)

(۱۲) آپ ﷺ کے نبوت کی نشانیوں اور معجزات میں سے مستقبل کی وہ باتیں بھی ہیں جو آپ ﷺ نے بتائیں اور اسی طرح واقع ہوئیں جیسے آپ ﷺ نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے متعلق فرمایا تھا: ((تَقْتُلُهُ الْفِئَةُ الْبَاغِيَةُ)) [۵۵] کہ عمار کو باغی جماعت قتل کرے گی۔ (اس حدیث کی تخریج امام بخاریؒ نے اپنی صحیح بخاری میں کی ہے)

مذکورہ بالا سب روایات کتاب الشفا کی ہیں اور صحیح و مستند ہیں؛ کیونکہ یہ سب صحیحین یا ان دونوں میں سے کسی ایک کے اندر موجود ہیں۔ یہ اور اس طرح کی بے شمار آیات و معجزات قرآن کریم اور صحیح و مستند روایات سے ثابت ہیں اور آپ ﷺ کے نبی برحق ہونے کی دلیل ہیں جن پر ایمان لانا ہمارے لئے ضروری اور فرض ہے۔

مبحث چہارم: کتاب الشفا میں معجزات کی بعض ضعیف اور موضوع روایات

(۱) "حضرت اسماء[۵۶] بنت عُمیس رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ پر وحی نازل ہو رہی تھی اور آپ ﷺ کا سر اقدس حضرت علی رضی اللہ عنہ کی گود میں تھا جس کی وجہ سے وہ عصر کی نماز نہ پڑھ سکے یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا۔ آپ ﷺ نے حضرت علی سے پوچھا اے علی کیا تم نے نماز پڑھی ہے؟ انہوں نے کہا: نہیں۔ اس پر حضور ﷺ نے دعا کی:

> اللهُمَّ إِنَّهُ كَانَ فِي طَاعَتِكَ وَطَاعَةِ رَسُولِكَ فَارْدُدْ عَلَيْهِ الشَّمْسَ))، قَالَتْ أَسْمَاءُ: فَرَأَيْتُهَا غَرَبَتْ، ثُمَّ رَأَيْتُهَا طَلَعَتْ بَعْدَمَا غَرَبَتْ.[۵۷]

> اے اللہ! علی تیری اور تیرے رسول کی اطاعت میں تھا اس پر سورج واپس لوٹادے (تاکہ یہ نماز عصر ادا کر سکے)۔ حضرت اسماء فرماتی ہیں: میں نے اسے غروب ہوتے ہوئے بھی دیکھا اور یہ بھی دیکھا کہ وہ غروب ہونے کے بعد دوبارہ طلوع ہوا"۔

یہ واقعہ خیبر کے راستے میں صہباء[۵۸] کے مقام پر پیش آیا تھا۔ اس حدیث کو اسماء بنت عمیس، ابوہریرہ، علی بن ابی طالب اور ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہم نے روایت کیا ہے اور اس کی تخریج کئی محدثین عظام نے کی ہے۔ امام ابو جعفر طحاویؒ نے دو سندوں کے ساتھ حضرت اسماء بنت عُمیس رضی اللہ عنہا سے اپنی کتاب شرح مشکل الآثار ۲/۲۵، امام طبرانی نے المعجم الکبیر ۲۴/۱۴۷، قاضی عیاضؒ ۱/۲۸۴ اور دیگر کئی محدثین نے بھی اس حدیث کی تخریج کی ہے۔

امام طحاویؒ اس حدیث کے متعلق فرماتے ہیں:

> وَكُلُّ هَذِهِ الْأَحَادِيثِ مِنْ عَلَامَاتِ النُّبُوَّةِ، وَقَدْ حَكَى لِي...عَنْ أَحْمَدَ بْنِ صَالِحٍ أَنَّهُ كَانَ يَقُولُ: لَا يَنْبَغِي لِمَنْ كَانَ سَبِيلُهُ الْعِلْمَ التَّخَلُّفُ عَنْ حِفْظِ حَدِيثِ أَسْمَاءَ الَّذِي رَوَاهُ لَنَا عَنْهُ؛ لِأَنَّهُ مِنْ أَجَلِّ عَلَامَاتِ النُّبُوَّةِ.[۵۹]

> یہ احادیث علامات نبوت میں سے ہیں (اور صحیح و ثابت ہیں)۔ اور مجھ تک یہ روایت پہنچی ہے کہ احمد بن صالحؒ فرمایا کرتے تھے کہ: جسے علم کی ہوا لگی ہو اسے حدیث اسماء کی صحت کا انکار زیب نہیں دیتا اس لئے کہ یہ حدیث عظیم الشان علامات نبوت میں سے ہے۔

قاضی عیاضؒ اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

وَهَذَانِ الْحَدِيثَانِ ثَابِتَانِ وَرُوَاتُهُمَا ثِقَاتٌ[60] یہ دونوں حدیثیں ثابت شدہ ہیں اور ان کے راوی ثقہ ہیں۔
امام ابن کثیرؒ اس حدیث کے متعلق تحریر کرتے ہیں امام طحاویؒ، امام احمد بن صالح المصریؒ اور علماء کی ایک جماعت اس حدیث کی تقویت کی طرف مائل ہے اور وہ اس کو ثابت شدہ کہتی ہے لیکن کبار حفاظ حدیث اس کو ضعیف اور موضوع کہتے ہیں جیسے علی بن المدینی وغیرہ، پھر وہ مختلف ائمہ حدیث کے اقوال نقل کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

وقد رواه الشيخ أبو الفرج بن الجوزي في الموضوعات ... ثم قال: وهذا حديث موضوع. ... ، وقال محمد بن ناصر البغدادي الحافظ: هذا الحديث موضوع. وقال شيخنا الحافظ أبو عبدالله الذهبى: و صدق ابن ناصر. وممن صرح بأنه موضوع شيخنا الحافظ أبو الحجاج المزي والعلامة أبو العباس ابن تيمية.[61]

شیخ ابو الفرج ابن الجوزیؒ نے اس حدیث کو کتاب الموضوعات میں روایت کیا ہے، پھر اس کو موضوع و من گھڑت کہا ہے۔... محمد بن ناصر البغدادی نے بھی اس کو من گھڑت کہا ہے اور ہمارے شیخ امام ابو عبد اللہ ذہبیؒ فرماتے ہیں کہ: ابن ناصر نے سچ کہا ہے۔ ہمارے شیخ ابو الحجاج المزی اور علامہ ابن تیمیہ نے بھی اس کے من گھڑت ہونے کی تصریح کی ہے۔

خود امام ابن کثیرؒ اس حدیث کے تمام طرق جمع کرنے کے بعد تحریر کرتے ہیں: "هذاالحديث ضعيف ومنكر من جميع طرقه".[62] یہ حدیث ضعیف ہے اور اس کے تمام طرق منکر ہیں۔ اس تمام بحث سے یہ معلوم ہوا کہ کم از کم یہ حدیث ضعیف ضرور ہے اور کلام سے خالی نہیں اور کسی بھی صورت درجہ صحت کو نہیں پہنچتی۔ واللہ اعلم۔

(۲) قاضی عیاضؒ فرماتے ہیں ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا رسول اللہ ﷺ سے یہ روایت نقل کرتی ہیں: لَمَّا اسْتَقْبَلَنِي جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِالرِّسَالَةِ جَعَلْتُ لَا أَمُرُّ بِحَجَرٍ وَلَا شَجَرٍ إِلَّا قَالَ: السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ.[۶۳] جب جبریل علیہ السلام میرے پاس نبوت و رسالت لے کر آئے تو اس کے بعد میں جس پتھر اور درخت سے بھی گزرتا وہ مجھے کہتا: اے اللہ کے رسول ﷺ آپ پر سلامتی ہو۔ امام بزارؒ اس حدیث کے متعلق فرماتے ہیں: وهذا الحديث لا نَعْلَمُ رَوَاهُ عن الزهري إلا يحيى بن سعيد ولا نعلم له طريقا إلا هذا الطريق.[۶۴] امام بزار اس حدیث کے متعلق فرماتے ہیں: "اس حدیث کو زہری سے صرف یحییٰ بن سعید نے روایت کیا ہے اور ہمیں اس کے سوا اس کی کوئی دیگر سند معلوم نہیں ہے"۔

امام ہیثمی اس حدیث کے بارے میں کہتے ہیں: "رواه البزار عن شيخه عبدالله بن شبيب، وهو ضعيف"[۶۵] اس حدیث کو بزار نے اپنے شیخ عبداللہ بن شبیب سے روایت کیا ہے جو ضعیف ہے۔ گویا یہ حدیث موضوع تو نہیں لیکن ضعیف ہے۔

(۳) ام المؤمنین حضرت ام سلمہ فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ صحراء میں تھے کہ ایک ہرنی نے آواز دی اے اللہ کے رسول! آپ ﷺ نے فرمایا تمہاری کیا ضرورت ہے؟ وہ بولی: مجھے اس دیہاتی نے شکار کیا ہے اور میرے اُس پہاڑ میں دو بچے ہیں پس مجھے چھوڑ دیجئے تاکہ میں جا کر انہیں دودھ پلا کر واپس آ جاؤں۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا:

أَوَ تَفْعَلِينَ؟ قَالَتْ: نَعَمْ فَأَطْلَقَهَا فَذَهَبَتْ وَرَجعتْ فَأَوْثَقَهَا فَانْتَبه الْأَعْرَابِيُّ وَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ أَلَكَ حَاجَةٌ؟ قَالَ تُطْلِقُ هَذِهِ الظَّبية، فَأَطْلَقَهَا فَخَرَجَتْ تَعْدُو فِي الصَّحْرَاءِ وَتَقُولُ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَأَنَّكَ رَسُولُ اللهِ۔ (۶۶)

کیا تم ایسا ہی کرو گی؟ وہ بولی ہاں، اس پر آپ ﷺ نے اسے چھوڑ دیا، وہ جا کر دوبارہ واپس آ گئی تو اسے باندھ لیا۔ اس پر وہ دیہاتی متنبہ ہوا اور اس نے آپ ﷺ سے پوچھا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ کیا آپ کی کوئی حاجت اور ضرورت ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اس ہرنی کو چھوڑ دو۔ سو اس دیہاتی نے اسے چھوڑ دیا تو وہ صحراء میں دوڑتی ہوئی جا رہی تھی اور ساتھ ساتھ یہ کہہ رہی تھی کہ: میں گواہی دیتی ہوں کہ اللہ کے بغیر کوئی معبود نہیں اور آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔

امام ہیثمیؒ اس روایت کے متعلق تحریر کرتے ہیں: رَوَاهُ الطَّبَرَانِيُّ، وَفِيهِ أَغْلَبُ بْنُ تَمِيمٍ وَهُوَ ضَعِيفٌ. (۶۷) اس حدیث کو امام طبرانی نے روایت کیا ہے، اور اس میں اغلب بن تمیم راوی ہے جو کہ ضعیف ہے۔ امام سیوطیؒ اس کے متعلق تحریر کرتے ہیں: الحدیث الطبرانی. (۶۸) اس حدیث کو امام طبرانی نے روایت کیا ہے۔ اور پھر امام سیوطیؒ اس پر سکوت اختیار کرتے ہیں جو اس پر دلالت کرتا ہے کہ یہ ان کے نزدیک ثابت ہے۔ اس تحقیق سے یہ معلوم ہوا کہ یہ روایت من گھڑت نہیں ہے بلکہ زیادہ سے زیادہ ضعیف ہے۔

(۴) نبی کریم ﷺ سے ایک لڑکی نے کھانا مانگا اور آپ ﷺ اس وقت کھانا تناول فرما رہے تھے آپ ﷺ نے اپنے سامنے سے کچھ کھانا اٹھا کر اسے مرحمت فرما دیا۔ لڑکی ذرا بے جھجک سی تھی، سرور کونین ﷺ کی خدمت میں عرض گزار ہوئی:

إِنَّمَا أُرِيدُ مِنَ الَّذِي فِي فِيكَ فَنَاوَلَهَا مَا فِي فِيهِ، وَلَمْ يَكُنْ يُسْأَلُ شَيْئًا فَيَمْنَعَهُ فَلَمَّا اسْتَقَرَّ فِي جَوْفِهَا أُلْقِيَ عَلَيْهَا مِنَ الْحَيَاءِ مَا لَمْ تَكُنِ امْرَأَةٌ بِالْمَدِينَةِ أَشَدَّ حَيَاءً مِنْهَا۔ ۶۹

مجھے وہ لقمہ عنایت فرمائیے جو آپ کے دہن مبارک کے اندر ہے جبکہ سرورِ کون و مکاں ﷺ کی یہ عادت مبارکہ تھی کہ سائل جس چیز کا سوال کرتا آپ ﷺ وہی چیز مرحمت فرما دیتے تھے۔ آپ ﷺ نے اپنے منہ سے وہ لقمہ نکال کر اسے عطا فرما دیا۔ جب وہ لقمہ اس لڑکی کے پیٹ میں گیا تو اس لڑکی میں اتنی شرم و حیا آ گئی کہ مدینہ منورہ کی خواتین میں اس سے زیادہ کوئی حیادار نہ تھی۔

امام ہیثمیؒ اس کے متعلق تحریر کرتے ہیں: رَوَاهُ الطَّبَرَانِيُّ، وَإِسْنَادُهُ ضَعِيفٌ.(٧٠) اس حدیث کو امام طبرانیؒ نے روایت کیا ہے اور اس کی سند ضعیف ہے۔ جبکہ امام سیوطیؒ اس کے متعلق تحریر کرتے ہیں: الحديث، الطبراني عن أبي أمامة.(٧١) اس حدیث کو امام طبرانی نے ابو امامۃ سے روایت کیا ہے اور پھر سیوطیؒ نے اس پر سکوت اختیار کرتے ہوئے کوئی حکم نہیں لگایا؛ جو اس پر دلالت کرتا ہے کہ یہ ان کے نزدیک قابل قبول ہے۔ اس بحث سے یہ معلوم ہوا کہ یہ روایت کلام سے خالی نہیں ہے جو اس کے ضعیف ہونے پر دال ہے۔

(۵)وَيلْتَحِقُ بِهَذَا مَا رَوَاهُ الْوَاقِدِيُّ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمّا وَجَّهَ رُسُلَهُ إِلَى الْمُلُوكِ فَخَرَجَ سِتَّةُ نَفَرٍ مِنْهُمْ فِي يَوْمٍ وَاحِدٍ فَأَصْبَحَ كُلُّ رَجُلٍ مِنْهُمْ يَتَكَلَّمُ بِلِسَانِ الْقَوْمِ الذّينَ بَعَثَهُ إِلَيْهِمْ.(٧٢)

اور اسی مذکورہ بالا روایت کے ساتھ یہ روایت بھی ملتی ہے جسے واقدیؒ نے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے جب دنیا کے بادشاہوں کی طرف اپنے سفیروں کو بھیجا تو ایک ہی دن میں چھ آدمی روانہ ہوئے اور ان میں سے ہر ایک سفیر وہی زبان بولنے لگا جن لوگوں کی طرف آپ ﷺ نے انہیں بھیجا تھا۔

اس حدیث کی تخریج ابن ابی شیبہؒ نے کی ہے ان کی سند یہ ہے: حَدَّثَنَا حَاتِمُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ ،عَنْ يَعْقُوبَ،عَنْ جَعْفَرِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ: بَعَثَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرْبَعَةَ نَفَرٍ إِلَى أَرْبَعَةِ وُجُوهٍ...اس کو رسول اللہ ﷺ سے روایت کرنے والے جعفر بن عمرو بن اُمیۃ الضمری ہیں جو تابعی ہیں؛ اس لئے یہ حدیث مرسل ہے مرفوع نہیں۔ اس کے رواۃ کے متعلق ائمہ حدیث و جرح و تعدیل کے اقوال کی تفصیل درج ذیل ہے۔

ابن ابی شیبہؒ نے اسے حاتم بن اسماعیل سے روایت کیا ہے ان کے متعلق ابن سعدؒ فرماتے ہیں:

... ويكنى أبا إسماعيل...وكان ثقة مأمونًا كثير الحديث.(٧٣) ان کی کنیت ابو اسماعیل ہے...اور یہ ثقہ مأمون و کثیر الحدیث ہیں۔

اور امام ذہبیؒ فرماتے ہیں:

حاتم بن إسماعيل (خ، م) المدني، ثقة مشهور صدوق. قال النسائي: ليس بالقوى. ووثقه جماعة.(٧٤)

حاتم بن اسماعیل مدنی بخاری و مسلم کے رواۃ میں سے ہیں، ثقہ، سچے اور مشہور ہیں۔ نسائی ان کے متعلق کہتے ہیں کہ قوی نہیں ہیں۔ اور ائمہ جرح و تعدیل کی ایک جماعت نے انہیں ثقہ کہا ہے۔ اس کے دوسرے راوی یعقوب کے بارے میں ابن حبانؒ فرماتے ہیں:

يَعْقُوبُ هَذَا هُوَ يَعْقُوبُ بْنُ عَمْرِو بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ أُمَيَّةَ الضمري من أهل الحجاز مشهور مأمون.(٧٥)

اس کا پورا نام یعقوب بن عمرو بن عبداللہ بن عمرو اُمیۃ الضمری ہے جو اہل حجاز میں سے ہیں اور مشہور و مأمون ہیں۔

اس کے تیسرے راوی جعفرؒ کے متعلق عجلیؒ تحریر کرتے ہیں:

جَعْفَر بن عَمْرو بن أُمَيَّة الضمرِي مدنِي تَابِعِيّ ثِقَة من كبار التَّابِعين وَأَبوهُ من أَصْحَاب النَّبِي صلى الله عَلَيْهِ وَسلم(۷۶)

جعفر بن عمرو بن اُمیۃ الضمری مدنی ہیں، ثقہ و کبار تابعین میں سے ہیں اور ان کے والد صحابی رسول ﷺ ہیں۔

امام سیوطیؒ قاضی عیاضؒ کی اس روایت کے متعلق تحریر کرتے ہیں: عزاه المصنف إلى الواقدي وقد أخرجه ابن أبي شيبة في المصنف. حدثنا حاتم بن إسماعيل عن يعقوب عن جعفرعن عمرو قال: بعث...(۷۷)

مصنف نے اس کی نسبت واقدیؒ کی طرف کی ہے جبکہ اس کی تخریج ابن اُبي شيبۃ نے اپنی مصنَّف میں کی ہے۔ علامہ سیوطیؒ نے پھر اس حدیث کو ابن اُبي شيبۃ کی سند کے ساتھ ذکر بھی کیا ہے لیکن انہوں نے سند اس طرح ذکر کی ہے:... عن جعفر عن عمرو قال: یعنی جعفرؒ نے عمرو سے روایت کیا ہے جو ان کے والد اور صحابی رسول ہیں اور ان چار سفراء میں شامل تھے جن کو آپ ﷺ نے بھیجا تھا اس طرح یہ روایت مرفوع ہو جاتی ہے حالانکہ مصنَّف کے تمام مطبوعہ نسخوں میں یہ عَنْ جعفرِ بْنِ عَمْرٍو مرسلا مروی ہے نہ کہ مرفوعا۔ (شائید یہ سیوطیؒ کا وہم ہے) دوسری بات یہ ہے کہ واقدی کی مغازی، فتوح الشام اور کتاب الردۃ میں تلاش بسیار کے بعد یہ خبر مجھے نہیں ملی، ہو سکتا ہے کہ کہیں اور انہوں نے تحریر کی ہو جہاں سے قاضی عیاضؒ نے نقل کی ہو۔ علامہ سیوطیؒ کو بھی غالبا واقدیؒ کی کسی کتاب میں نہیں ملی؛ اسی لئے انہوں نے اسے "عزاہ المصنف" سے تعبیر کیا ہے۔ خلاصۂ کلام یہ ہے کہ اگرچہ یہ روایت بطور سند ثابت اور قابل اعتبار ہے لیکن یہ حدیث مرفوع نہیں بلکہ مرسل ہے اور دوسرا فرق یہ ہے کہ قاضی عیاضؒ کی اس روایت میں چھ سفیروں کا ذکر ہے جبکہ مصنَّف ابن ابی شیبۃ کی روایت میں چار سفراء کا تذکرہ ہے۔

(٦) وَعَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِيهِ((مَرِضَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَتَاهُ جِبْرِيلُ بِطَبَقٍ فِيهِ رُمَّانٌ وَعِنَبٌ..فَأَكَلَ مِنْهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَبَّحَ))۷۸

حضرت امام جعفر صادقؒ اپنے والد ماجد امام محمد باقرؒ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت جبرائیل علیہ السلام اناروں اور انگوروں سے بھرا ہوا ایک طشت لے کر بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے، نبیٔ کریم ﷺ نے ان میں سے تھوڑے سے کھائے۔ وہ انار اور انگور تسبیح کر رہے تھے۔

امام سیوطیؒ اس حدیث کے بارے میں لکھتے ہیں: **"لم اجدہ"**۷۹ مجھے یہ حدیث نہیں ملی۔ تلاش بسیار کے بعد مجھے بھی اس حدیث کی کوئی سند اور مصدر اصلی نہیں ملا۔ جس کسی نے بھی اسے ذکر کیا ہے اس نے قاضی عیاضؒ کا حوالہ دیا ہے اور قاضی عیاضؒ نے اس کی کوئی سند ذکر نہیں کی اور نہ ہی کسی مصدر کی طرف نسبت کی ہے؛ اس لئے اس کی کوئی اصل نہیں اور یہ موضوع و من گھڑت ہے۔

(۷)وَقَدْ رُوِيَ فِي قصة العضباء[۸۰] وَكَلامِهَا لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَعْرِيفِهَا لَهُ بِنَفْسِهَا وَمُبَادَرَةِ الْعُشْبِ إِلَيْهَا فِي الرَّعْيِ وَتَجَنُّبِ الْوُحُوشِ عَنْهَا وَنِدَائِهِمْ لها إِنَّكِ لِمحَمَّدٍ وَأَنَّهَا لَمْ تَأْكُلْ وَلَمْ تَشْرَبْ بَعْدَ مَوْتِهِ حَتَّى مَاتَتْ،ذَكَرَهُ الإسْفَرَائِنِيُّ.[۸۱]

نبی کریم ﷺ کی عضباء نامی اونٹنی کے بارے میں مروی ہے کہ وہ آپ ﷺ سے کلام کیا کرتی تھی اور جب وہ جنگل میں چرنے کے لئے جاتی تو چارہ اس کی جانب خود دوڑ کر آتا تھا۔ جنگل کے درندے اس سے دور دور رہتے تھے اور اس سے مخاطب ہو کر کہتے کہ : تو محمد ﷺ کی ملکیت ہے۔ جب آپ ﷺ نے وصال فرمایا تو اس اونٹنی نے آپ ﷺ کے فراق میں کھانا پینا مطلقاً ترک کر دیا اور اسی حالت میں اپنی جان کو جان آفریں کے سپرد کر دیا۔ اس حدیث کو امام ابو حامد اسفرائینی نے ذکر کیا ہے۔

قاضی عیاضؒ نے اس حدیث کو بلا سند روایت کیا ہے اور یہ بتایا ہے کہ ان کا مصدر امام ابو حامد اسفرائینی ہے جنہوں نے اسے ذکر کیا ہے۔ علامہ خفاجیؒ فرماتے ہیں: "وهذا الحديث لم يخرجوه ولا يعرف من رواه".[۸۲] اس حدیث کی نہ کسی نے تخریج کی ہے اور نہ ہی یہ معلوم ہے کہ اسے کس نے روایت کیا ہے؛ اس لئے یہ موضوع اور من گھڑت ہے۔

(۸)وَرَوَى ابن وَهْب أَنَّ حَمَامَ مَكَّةَ أَظَلَّتِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ فَتْحِهَا فَدَعَا لَهَا بِالْبَرَكَةِ.[۸۳]

ابن وہبؒ فرماتے ہیں کہ : فتح مکہ کے دن مکہ مکرمہ کے کبوتروں نے نبیؐ کریم ﷺ پر سایہ کیا تھا جس پر آپ ﷺ نے ان کے لئے برکت کی دعا دی تھی۔

امام سیوطیؒ نے ان دونوں (۷-۸) احادیث کو ذکر کیا ہے لیکن ان کی تخریج نہیں کی۔[۸۴] ملا علی قاریؒ ان دونوں احادیث کے متعلق شارح الشفا علامہ دلجیؒ کی رائے نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں: قال الدلجي وأما قصة العضباء فلم أدر من رواها ولا حديث حمام مكة.[۸۵] دلجیؒ فرماتے ہیں: مجھے نہیں معلوم کہ عضباء والی کہانی کی روایت کرنے والا کون ہے اور نہ ہی مکہ کے کبوتروں کی کہانی کا مجھے علم ہے۔ اس لئے یہ دونوں احادیث موضوع و من گھڑت ہیں۔

(۹)وَمَا رُوِيَ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بن حَمَّادٍ بسندِهِ من كَلَامِ الحِمَارِ الَّذِي أَصَابَهُ بِخَيْبَرَ وَقَالَ لَهُ اسْمِي يَزِيدُ بن شهابٍ فَسَمَّاهُ النَّبِيّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يعْفُورًا وَأَنَّهُ كَانَ يُوَجِّهُهُ إِلَى دُورِ اصحابه فيضرب عَلَيْهِمُ الْبَابَ بِرَأْسِهِ وَيَسْتَدْعِيهِمْ وَأَنَّ النَّبِيّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمّا مَاتَ تَرَدَّى فِي بِئْرٍ جَزَعًا وَحُزْنًا فَمَاتَ.[۸۶]

ابراہیم بن حماد کی سند سے یہ روایت بیان کی گئی ہے کہ غزوۂ خیبر میں آپ ﷺ کے حصے میں ایک گدھا آیا تھا جس نے آپ ﷺ سے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ میرا نام یزید بن شہاب ہے۔ نبیؐ کریم ﷺ نے اس کا نام یعفور رکھ دیا اور آپ ﷺ اسے اپنے صحابہ کے گھروں کی طرف بھیجا کرتے تھے تو وہ اپنے سر کے ساتھ ان کا دروازہ کھٹکھٹاتا اور بلا کر

لاتا۔ جب آپ ﷺ کی وفات ہوگئی تو اس نے صدمے اور غم کی وجہ سے اپنے آپ کو کنویں میں گرادیا اور یوں اپنی زندگی کا خاتمہ کردیا۔

اس حدیث کی تخریج امام ابن حبانؒ نے اپنی کتاب المجروحین من المحدثین والضعفاء والمتروکین میں ۳۰۹/۲ پر تعلیقا اور امام ابن الاثیرؒ نے اپنی کتاب اسد الغابة ۲۹۸/۶ پر جبکہ ابن حجر عسقلانیؒ نے الاصابہ فی تمییز الصحابہ ۳۸۹/۷ پر کی ہے۔ان کے سوا باقی بھی کئی محدثین نے اس کی تخریج کی ہے۔امام ابن حبانؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کے اصل راوی محمد بن مزید ابو جعفر ہیں جو بنی ہاشم کے موالی میں سے ہیں اور بغداد کے رہنے والے ہیں اور وہ روایت کرتے ہیں ابو حذیفہ موسی بن مسعود النہدی سے اور وہ روایت کرتے ہیں عبد اللہ بن حبیب الھذلی سے اور وہ روایت کرتے ہیں ابو عبد الرحمن السلمی سے (جن کا نام بھی عبد اللہ بن حبیب ہے) اور وہ روایت کرتے ہیں ابو منظور سے جو صحابی رسول ہیں۔امام ابن حبانؒ اس حدیث اور محمد بن مزید کے متعلق فرماتے ہیں:

وَهَذَا حَدِيثٌ لَا أَصْلَ لَهُ وَإِسْنَادُهُ لَيْسَ بِشَيْءٍ وَلَا يجوز الِاحْتِجَاج بِهَذَا الشَّيْخ.[۸۷] اس حدیث کی کوئی بنیاد نہیں اور اس کی سند میں کوئی جان نہیں ہے اور یہ شیخ یعنی محمد بن مزید قابل اعتبار نہیں ہے۔اس حدیث کو ابن الاثیرؒ نے بھی روایت کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ اس کی تخریج ابو موسی المدینی نے اپنی سند کے ساتھ ابو منظور صحابی سے کی ہے، لیکن ابو موسی المدینی خود اسے آگے مشروط روایت کرنے کی اجازت دیتے ہوئے فرماتے ہیں: وقال: هذا حديث منكر جدا إسنادا ومتنا، لا أحل لأحد أن يرويه عني إلا مع كلامي عليه.[۸۸] یہ حدیث متن اور سند دونوں کے اعتبار سے انتہائی منکر ہے، اور میں کسی کے لئے جائز نہیں سمجھتا کہ وہ اسے بغیر میرے کلام اور تبصرے کے روایت کرے۔

ابن حجرؒ اسی روایت کے متعلق فرماتے ہیں: أبو منظور غير منسوب جاء ذكره في خبر واه[89] ابو منظور کی نسبت واضح نہیں ہے۔ان کا ذکر ایک کمزور ترین اور بے حقیقت روایت میں آیا ہے۔جیسا کہ ابن حجرؒ کے حکم سے بات واضح ہو گئی کہ وہ اس کو بے اصل سمجھتے ہیں اس لئے "خبر واہ" کا لفظ استعمال کیا۔

ابن الجوزیؒ اس کے متعلق فرماتے ہیں: "هذا حديثٌ مَوضُوعٌ، فلعن الله واضعه، فإنه لم يقصد إلا القدح في الإسلام، والاستهزاء به"[۹۰] امام ذہبیؒ اس کے متعلق فرماتے ہیں: "ذكر ابن أبي حاتم أنه (أي محمد بن مزيد، أبو جعفر) روى عن أبي حذيفة (النهدي) هذا الخبر الباطل[۹۱] امام ابن کثیرؒ اسی حدیث کے متعلق فرماتے ہیں: " فَهُوَ حَدِيثٌ لَا يُعَرَفُ لَهُ إِسْنَادٌ بِالْكُلِّيَّةِ، وَقَدْ أَنْكَرَهُ غَيْرُ وَاحِدٍ مِنَ الْحُفَّاظِ"[۹۲]

اس حدیث کی کوئی سند نہیں ہے، بہت سے حفاظ حدیث نے اس کا انکار کیا ہے۔ائمہ جرح و تعدیل اور حفاظ حدیث کے سابقہ کلام سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ یہ حدیث موضوع اور من گھڑت ہے؛ اس لئے اس کی روایت بغیر اس کا حکم اور حیثیت بیان کرنے کے جائز نہیں ہے۔

(۱۰) وَحَدِيثُ النَّاقَةِ الَّتِي شَهِدَتْ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِصَاحِبِهَا أَنَّهُ مَا سَرَقَهَا وَأَنَّهَا مِلْكُهُ۔[۹۳]

اور اس اونٹنی کی حدیث جس نے نبیٔ کریم ﷺ کے پاس اپنے مالک کے لئے گواہی دی تھی کہ اس کے مالک نے اسے نہیں چرایا بلکہ وہ اسی کی ملکیت ہے۔

اس حدیث کی تخریج امام حاکمؒ نے حضرت ابن عمر سے اور امام طبرانیؒ نے حضرت زید بن ثابت سے کچھ اختلاف سے کی ہے کیونکہ ابن عمر نے ناقہ کا ذکر کیا ہے جبکہ حضرت زید نے بعیر کا ذکر کیا ہے۔امام حاکمؒ اس کی تخریج کے بعد تحریر کرتے ہیں:

رُوَاةُ هَذَا الْحَدِيثِ عَنْ آخِرِهِمْ ثِقَاتٌ وَيَحْيَى بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْمِصْرِيُّ هَذَا لَسْتُ أَعْرِفُهُ بِعَدَالَةٍ، وَلَا جَرْحٍ"[۹۴]

اس روایت کے تمام راوی ثقہ ہیں اور یحیی بن عبداللہ المصری کے جرح و تعدیل کے بارے میں میں کچھ نہیں جانتا۔

اسی یحیی بن عبداللہ المصری کے بارے میں امام ذہبی فرماتے ہیں:

يحيى بن عبد الله. شيخ مصري. عن عبد الرزاق. فذكر حديثاً باطلا بيقين، فلعله افتراه۔[۹۵]

یحیی بن عبداللہ مصری شیخ ہے۔جو عبدالرزاق سے روایت کرتا ہے جس نے ایک یقینی باطل خبر ذکر کی ہے، شاید اس نے اس خبر کو گھڑا ہے۔اور مستدرک کی تلخیص میں اسی روایت کے متعلق امام ذہبیؒ فرماتے ہیں: **ھو کــذب**[96] یہ خبر جھوٹ ہے۔امام ہیثمیؒ اس کے متعلق تحریر کرتے ہیں: رَوَاهُ الطَّبَرَانِيُّ، وَفِيهِ مَنْ لَمْ أَعْرِفْهُمْ.[۹۷] امام طبرانیؒ نے اس کو روایت کیا ہے اور اس میں ایسے راوی موجود ہیں جن کو میں نہیں پہچانتا۔

امام سیوطیؒ اس کے متعلق تحریر کرتے ہیں: الطبراني عن زيد بن ثابت بسند فيه مجاهيل والحاكم من حديث ابن عمر و قال الذهبي إنه موضوع.[۹۸] امام طبرانیؒ نے اس حدیث کو زید بن ثابت کی ایسی سند سے روایت کیا ہے جس میں مجہول راوی ہیں اور امام حاکم نے اسے ابن عمر سے روایت کیا ہے۔امام ذہبیؒ نے اس کو موضوع کہا ہے۔اس تمام بحث سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہوگئی کہ یہ حدیث موضوع و من گھڑت ہے، اور اس کا عیب بتائے بغیر اسے بیان کرنا بالکل جائز نہیں ہے۔

نتائج بحث

۱- معجزہ مافوق الفطرت امر ہے جو عام قوانین فطرت اور اسباب و مسببات کے نظام تحت داخل نہیں ہے، نہ ہی اس میں عالمِ خارجی کا دخل ہے اور نہ ہی اس میں نبی کی کسی قوت کی تاثیر شامل ہے؛ اس لئے کہ یہ صرف اللہ تعالیٰ کا فعل ہے۔

۲- معجزہ فعل خداوندی یا اس کے قائم مقام ہے جو ہر نبی کو اس کی نبوت کی صداقت کی دلیل کے طور پر دیا جاتا ہے اور خبر متواتر سے ثابت ہے؛ اس لئے اس کی کسی صورت انکار کی گنجائش اور جواز موجود نہیں ہے۔

۳- رسول اللہ ﷺ کو انواع و اقسام کے بے شمار معجزات دئے گئے جن پر ایمان رکھنا ہر مسلمان کے لئے ضروری اور فرض ہے۔

۴- قاضی عیاض نے ۳۲۱ معجزات ذکر کئے ہیں جو ان کی رائے میں صحیح اور مستند نہیں لیکن یہ محل نظر ہے؛ کیونکہ ان میں بعض ضعیف اور بعض موضوع احادیث بھی موجود ہیں، جن میں سے 22 منتخب روایات کا تخریج، تحقیق اور تجزیہ کر کے ان پر واضح حکم لگایا گیا ہے۔

۵- رسول اللہ ﷺ کے بے شمار معجزات صحیح اور مستند احادیث سے ثابت ہیں؛ اس لئے ان کی موجودگی میں کسی دوسری ضعیف یا موضوع روایات سے ثابت شدہ معجزات کو بیان کرنے کی ہرگز ضرورت نہیں ہے۔

سفارشات

۱. کتاب الشفا کے باب المعجزات پر ایم فل بلکہ پی ایچ ڈی کی سطح پر کام کرنے کی ضرورت ہے؛ جو اس کی تمام ضعیف اور موضوع روایات کی چھان بین کر کے اس کی سند و متن کی حقیقی حیثیت دلائل کے ساتھ واضح کر کے منظر عام پر لائے۔

۲. خطباء اور واعظین کو منع کرنا چاہئے کہ وہ کتاب الشفا کے حوالے سے انتہائی ضعیف اور من گھڑت روایات بیان نہ کریں۔

۳. رسول اللہ ﷺ انتہائی رفعت شان اور عظمت کے مالک ہیں، جسے ثابت کرنے کے لئے کسی بھی صورت من گھڑت روایات اور افسانوں کی ضرورت نہیں ہے؛ اس لئے صرف مستند روایات سے ثابت شدہ معجزات کو تحریر اور بیان کرنا چاہئے۔

حوالہ جات وحواشی

۱ ابن تیمیہ، احمد بن عبدالحلیم بن عبدالسلام، الجواب الصحیح لمن بدل دین المسیح، (السعودیۃ: دار العاصمۃ، طبعۃ ثانیۃ، ۱۴۱۹ھ-۱۹۹۹ء)، ۳۹۹/۱

۲ قاضی عیاض، عیاض بن موسی، ابو الفضل، الیحصبی، الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ تحشیۃ: احمد بن محمد بن محمد الشمنی، (دار الفکر للطباعۃ والنشر والتوزیع) (۲۴۶/۱)؛ الترمذی، سنن الترمذی، ۶۵۲/۴؛ مسند احمد بن حنبل، ۴۵۱/۵؛ شرف المصطفیٰ، ۳۰۷/۲؛ البیہقی، دلائل النبوۃ، ۵۳۱/۲

۳ قاضی عیاض، الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ، (۲۵۲/۱)

۴ قاضی عیاض، الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ (۲۴۶/۱)

۵ ابن فارس، احمد بن فارس بن زکریاء القزوینی الرازی، ابو الحسین (المتوفی: ۳۹۵ھ)، معجم مقاییس اللغۃ، تحقیق: عبد السلام محمد ہارون، ۲۳۱/۴

۶ لویس معلوف، المنجد فی اللغۃ، (بیروت: دار المشرق،) ص: ۵۴۳

۷ سورۃ المائدۃ 5:۳۱

۸ سورۃ التوبۃ ۹: ۲

۹ الأصفہانی، الحسین بن محمد المعروف بالراغب، ابو القاسم، المفردات فی غریب القرآن، (دار القلم، دمشق بیروت، طبعۃ اولی - ۱۴۱۲ھ)، ۵۴۷/۱

۱۰ عبدالقاہر بغدادی، (م ۴۲۹ھ)، اصول الایمان، دار ومکتبۃ الہلال—بیروت، (ص: ۱۳۸)

۱۱ الجرجانی، علی بن محمد بن علی الزین الشریف الجرجانی، کتاب التعریفات، دار الکتب العلمیۃ بیروت—لبنان، ۲۱۹/۱

۱۲ النسفی، عمر بن محمد النسفی، العقائد النسفیہ، المطبوع مع شرح العقائد النسفیہ للام ابی حفص، (ص: ۸۶)

۱۳ سورۃ الانعام ۶: ۳۵

۱۴ تھانوی، اشرف علی، مولانا، بوادر النوادر، ۳۸۲/۲، میرٹھی، بدر عالم، استاذ المحدثین، ترجمان السنۃ، مکتبہ رحمانیہ، ۴۴/۴

۱۵ الایجی، عضد الدین عبدالرحمٰن بن احمد، المواقف، تحقیق: د. عبدالرحمٰن عمیرۃ، دار الجیل—بیروت، الطبعۃ الأولی، ۱۹۹۷، ۳۳۸/۳

۱۶ عبدالقاہر بغدادی، اصول الایمان، ص: ۱۳۸-۱۳۹

۱۷ التھانوی، محمد بن علی ابن القاضی محمد حامد بن محمّد صابر الفاروقی الحنفی، موسوعۃ کشاف اصطلاحات الفنون والعلوم، تحقیق: د. علی دحروج، (بیروت: مکتبۃ لبنان، طبعۃ اولی، ۱۹۹۶ء)، ۱۵۷۵/۲؛ الایجی، المواقف، دار الجیل—بیروت، (۳۳۸/۳)

۱۸ ایضا، نعمانی، شبلی نعمانی، علامہ، علم الکلام اور الکلام، ص: ۲۰۱

۱۹ عبدالقاہر بغدادیؒ، اصول الایمان (ص: ۱۳۹)

۲۰ دیکھئے: اصول الایمان (ص: ۱۳۹)

۲۱ الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ (۲۵۲/۱-۲۵۳)

۲۲ الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ (۲۵۳/۱-۲۵۵)

۲۳ الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ (۱/ ۲۵۳-۲۵۵)

۲۴ سورۃ القصص ۲۸: ۳۲

۲۵ التھانوی، کشاف اصطلاحات الفنون والعلوم، ۲/ ۱۵۷۵

۲۶ سورۃ الاسراء ۱۷: ۵۹

۲۷ سورۃ الانعام ۶: ۳۷

۲۸ سورۃ آل عمران ۳: ۴۹

۲۹ سورۃ الانبیاء ۲۱: ۶۹

۳۰ سورۃ البقرۃ ۲: ۶۰

۳۱ سورۃ الشعراء ۲۶: ۶۳

۳۲ سورۃ الانفال ۸: ۱۷

۳۳ سورۃ الاسراء ۱۷: ۹۰

۳۴ سورۃ الاسراء ۱۷: ۹۱

۳۵ سورۃ الاسراء ۱۷: ۹۲

۳۶ سورۃ الاسراء ۱۷: ۹۳

۳۷ سورۃ القصص ۲۸: ۴۸

۳۸ سورۃ الأنعام ۶: ۳۳

۳۹ سورۃ الانعام ۶: ۳۵

۴۰ سورۃ الشعراء ۲۶: ۴

۴۱ سورۃ الشعراء ۲۶: ۳

۴۲ سورۃ الرعد ۱۳: ۳۸

۴۳ البخاری، محمد بن اسماعیل، ابو عبداللہ، الجعفی، الجامع الصحیح، دار الشعب، القاہرۃ، ۶/ ۱۴۲؛ قاضی عیاض، الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ (۱/ ۲۸۱)

۴۴ بخاری، الجامع الصحیح، ۱/ ۴۵، رقم: ۱۶۹؛ الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ، (۱/ ۲۸۵)

۴۵ بخاری، الجامع الصحیح، ۵/ ۱۰۸، رقم: ۴۱۰۲؛ مسلم، صحیح مسلم، ۳/ ۱۶۱۰، رقم: ۲۰۳۹: الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ، (۱/ ۲۹۱)

۴۶ بخاری صحیح البخاری، ۵/ ۱۲۲، رقم: ۴۱۵۲؛ الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ، (۱/ ۲۸۶)

47 بخاری، الجامع الصحیح، ۴/ ۱۹۵، رقم: ۳۵۸۵؛ البیہقی، السنن الکبری، ۳/ ۲۷۶؛ قاضی عیاض، الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ، ۱/ ۵۸۲

۴۸ بخاری، الجامع الصحیح، (۲۷۰۴) من حدیث إبی بکرۃ، رضی اللہ عنہ؛ فتح الباری لابن حجر (۵/ ۳۰۷)؛ الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ - (۱/ ۳۴۳)

۴۹ بخاری، الجامع الصحیح، ۹/۵، رقم: ۳۶۷۵؛ الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ (۱/۳۰۷)

۵۰ بخاری، الجامع الصحیح، ۱/۲۳، رقم: ۶۴؛ دلائل النبوۃ لأبی نعیم الأصبہانی (ص: ۳۴۹)؛ مسند احمد مخرجا (۴/۴۹۷)

۵۱ القشیری، مسلم بن الحجاج، ابو الحسین، النیسابوری، الصحیح المسلم، تحقیق: محمد فؤاد عبد الباقی ۴/۲۳۰۶؛ الشفا (۱/۲۹۹)

۵۲ جس کا نام بُسرُ بنُ رَاعِی العِیرِ، وَقِیلَ بِشرٌ تھا، معرفۃ الصحابۃ لأبی نعیم (۱/۴۱۵)

۵۳ مسلم، صحیح مسلم، ۳/۱۵۹۹؛ مسند احمد (۲۷/۲۵)؛ دلائل النبوۃ للبیہقی مخرجا (۶/۲۳۸)؛ الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ، ۱/۳۲۹

54 مسلم، صحیح مسلم، ۷/۵۸، رقم: ۶۰۷۸

۵۵ صحیح البخاری، ۱/۹۷ کتاب الصلاۃ، ب؛ مسند احمد (۱۱/۵۲۲)؛ شرف المصطفیٰ (۶/۶۱)؛ الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ۔ (۱/۳۳۹)

۵۶ اسماء بنت عمیس بن معد بن تیم الخثعمی صحابیۃ کان لہا شأن. اسلمت قبل دخول النبی صلّی اللہ علیہ وسلم دار الأرقم زوجہا جعفر بن ابی طالب ثم ابو بکر ثم علی رضی اللہ عنہ توفیت نحو سنۃ ۴۰ھ.

۵۷ الطحاوی، احمد بن محمد بن سلامۃ بن عبد الملک بن سلمۃ، ابو جعفر الأزدی، الحجری المصری، المعروف بالطحاوی، شرح مشکل الآثار، تحقیق: شعیب الأرنؤوط، مؤسسۃ الرسالۃ، ۲/۲۵؛ ابو القاسم سلیمان بن احمد الطبرانی، المعجم الکبیر، ۲۴/۱۴۷؛ قاضی عیاض، الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ، (۱/۲۸۴)

۵۸ صہباء: یہ جنوب کی طرف سے خیبر کے سامنے پہاڑ کا نام ہے جسے آج کل "عطوۃ" کہا جاتا ہے۔ دیکھئے: محمد شُرّاب، المعالم الاثیرۃ، ص: ۱۶۲

۵۹ الطحاوی، شرح مشکل الآثار تحقیق الشیخ شعیب (۲/۲۵) مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت

۶۰ قاضی عیاض، الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ، (۱/۲۸۴)

۶۱ دیکھئے: ابن کثیر، شمائل الرسول، مکتبۃ اسکندریۃ، ص (۱۳۷-۱۵۰)

۶۲ ابن کثیر، شمائل الرسول، مکتبۃ اسکندریۃ، ص (۱۳۹)

۶۳ الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ، ۱/۳۰۷؛ البزار، مسند البزار، ۱۸/۱۶۴؛ الہیثمی، مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، ۸/۲۵۹-۲۶۰، (رقم: ۱۳۹۵۵)

۶۴ البزار، ابو بکر احمد بن عمرو بن عبد الخالق، مسند البزار، تحقیق: محفوظ الرحمٰن زین اللہ، (بدأت ۱۹۸۸م) (نسخۃ الحضری) (۱۸/۱۶۴، (رقم: ۲۳۷۳)

۶۵ البزار، مسند البزار (نسخۃ الحضری) (۱۸/۱۶۴، (رقم: ۲۳۷۳)؛ مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، ۸/۲۶۰

۶۶ الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ (۱/۳۱۴)، الطبرانی، المعجم الکبیر (۲۳/۳۳۱)، رقم: ۷۶۳

۶۷ مجمع الزوائد ومنبع الفوائد ۸۰۷ (۸/۲۹۵). رقم: ۱۴۰۸۸

۶۸ السیوطی، عبد الرحمٰن بن ابی بکر، جلال الدین، مناہل الصفافی تخریج احادیث الشفا، تحقیق: الشیخ سمیر القاضی، دار الجنان للنشر والتوزیع (ص: ۱۳۲)

۶۹ الہیثمی، مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، بدار الکتب العلمیۃ، بیروت ۹/۲۱، الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ، ۱/۳۲۵؛ الطبرانی، المعجم الکبیر، ۸/۲۳۱، رقم: ۷۹۰۳

۷۰ الہیثمی، مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، ۸۰۷ (۲۱/۹)

۷۱ السیوطی، مناہل الصفا فی تخریج احادیث الشفا (ص: ۱۳۸)

۷۲ الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ (۳۱۵/۱)؛ ابن ابی شیبۃ، مصنف ابن ابی شیبۃ، (عوامۃ)، ۲۸۴/۲۰ (رقم: ۳۷۷۸۳)

۷۳ ابن سعد، محمد بن سعد بن منیع ابو عبد اللہ البصری الزہری، الطبقات الکبری ط، تحقیق: إحسان عباس، دار صادر – بیروت، (۴۹۳/۵)

۷۴ الذہبی، میزان الاعتدال (۴۲۸/۱)

۷۵ ابن حبان، صحیح ابن حبان - محققا، ۵۱۱/۲، رقم: ۷۳۱؛ ابو الحجاج المزی، تہذیب الکمال فی اسماء الرجال، ۳۵۷/۳۲

۷۶ العجلی، احمد بن عبد اللہ بن صالح، ابو الحسن، معرفۃ الثقات من رجال اہل العلم والحدیث ومن الضعفاء وذکر مذاہبہم واخبارہم، تحقیق: عبد العلیم البستوی، المدینۃ المنورۃ: مکتبۃ الدار، ۲۰۷/۱، (رقم: ۲۲۴)؛ ابو الحجاج المزی، تہذیب الکمال فی اسماء الرجال ۶۷/۵-۶۹، (رقم: ۹۴۶)

۷۷ السیوطی، مناہل الصفا فی تخریج احادیث الشفا (ص: ۱۳۳-۱۳۴)

۷۸ قاضی عیاض، الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ، ۵۹۰/۱؛ ابن حجر، فتح الباری، ۵۹۲/۶

۷۹ السیوطی، مناہل الصفا فی تخریج احادیث الشفا، ص: ۱۲۷، (رقم: ۵۹۶)؛ وقال الدلجی لم ادر من رواہ وقال القسطلانی فی المواہب اللدنیۃ ذکرہ القاضی عیاض فی الشفا ونقلہ عنہ الحافظ ابو الفضل فی فتح الباری ۵۹۲/۶ وقال ملا علی القاری یکفی انہ رواہ المصنف وہو من اکابر المحدثین ولولا ان الحدیث لہ اصل لما ذکرہ. (لکن لیس ہذا دلیلا شرعیا ولا علمیا)

۸۰ العضباء: بفتح العین المہملۃ وسکون الضاد المعجمۃ وفتح الباء الموحدۃ التحتیۃ والمد وہی اسم ناقۃ للنبی صلّی اللہ علیہ وسلم ومعناہا المشقوقۃ الاذن. یہ آپ ﷺ کی اونٹنی کا نام تھا حالانکہ اصل میں اس کا کان کٹا ہوا نہیں تھا۔ یہی اکثریت کا قول ہے۔ جبکہ بعض کے نزدیک حقیقت میں بھی اس کا کان کٹا ہوا تھا۔

۸۱ قاضی عیاض، الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ، ۳۱۳/۱

۸۲ الخفاجی، نسیم الریاض، ۸۲/۳

۸۳ الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ (۳۱۳/۱)

۸۴ السیوطی، مناہل الصفا فی تخریج احادیث الشفا (ص: ۱۳۱)

۸۵ القاری، علی بن (سلطان) محمد، ابو الحسن نور الدین الملا الہروی القاری، شرح الشفا، دار الکتب العلمیۃ – بیروت، الطبعۃ الأولی، ۱۴۲۱ھ، (۶۴۰/۱)

۸۶ الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ، (۳۱۴/۱-۳۱۵)؛ ابن حبان، المجروحین من المحدثین والضعفاء والمتروکین، حلب: دار الوعی، ۳۰۹/۲، رقم: ۱۰۱۷

ابن حجر عسقلانیؒ، الإصابۃ فی تمییز الصحابۃ، لبنان: بیروت، ۳۸۹/۷، رقم: ۱۰۵۷۸

۸۷ ابن حبان، المجروحین من المحدثین والضعفاء والمتروکین، ۳۰۹/۲، رقم: ۱۰۱۷

۸۸ ابن الاثیر، اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ، ۲۹۸/۶، رقم: ۶۲۹۱

89ابن حجر، الإصابة فی تمییز الصحابة، ۳۸۹/۷، رقم: ۱۰۵۷۸
۱۹۰ابن الجوزی، الموضوعات (۲۶/۲)
۱۹۱الذہبی، میزان الاعتدال-الرسالة (۲۶۴/۴)، رقم: ۶۸۷۷
۱۹۲ابن کثیر، البدایة والنہایة ط ہجر (۳۸۳/۸)
۱۹۳الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ، ۳۱۵/۱؛ الحاکم، محمد بن عبد اللہ بن محمد بن حمدویہ بن نُعیم بن الحکم، المستدرک علی الصحیحین، تحقیق: مصطفیٰ عبد القادر عطا، بیروت: دار الکتب العلمیة، الطبعة الأولی، ۱۴۱۱ھ — ۱۹۹۰ء، (۶۷۶/۲)، رقم: ۴۲۳۶؛ الطبرانی المعجم الکبیر، (۱۴۱/۵)، رقم: ۴۸۸۷
۱۹۴المستدرک علی الصحیحین للحاکم (۶۷۶/۲)
۱۹۵الذہبی، میزان الاعتدال، بیروت: دار المعرفة للطباعة والنشر، الطبعة الأولی، ۱۳۸۲ھ - ۱۹۶۳ء، ۳۹۰/۴)
۱۹۶المستدرک علی الصحیحین للحاکم (۶۷۶/۲)
۱۹۷الہیثمی، مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، (۱۱/۹)، —بیروت: دار الکتب العلمیة، الطبعة: ۱۴۰۸ھ-۱۹۸۸ء
۱۹۸السیوطی، مناہل الصفا فی تخریج احادیث الشفاء، ص: ۱۳۳)